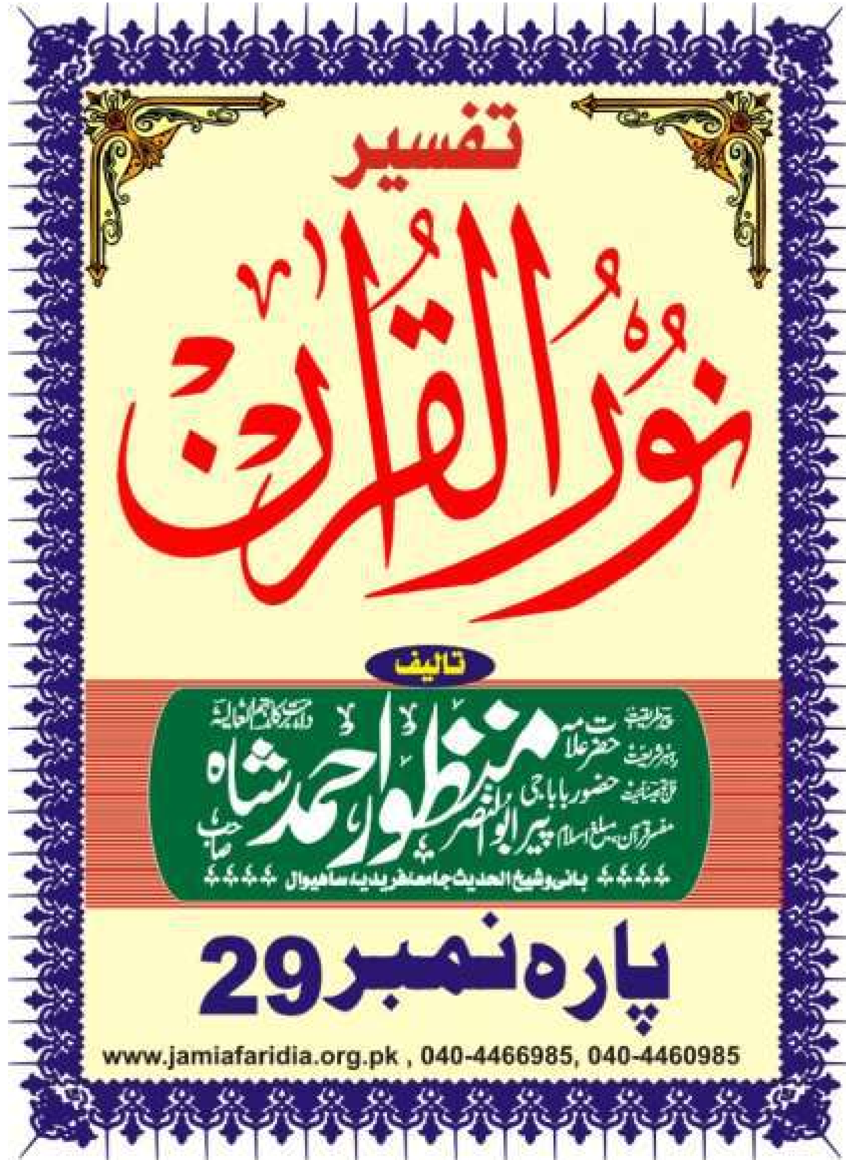

تفسیر
نور القرآن
تالیف
حضرت علامہ
حضور باباجی
مفسر قرآن، مبلغ اسلام پیر ابو النصر منظور احمد شاہ صاحب
بانی وشیخ الحدیث جامعہ فریدیہ ساہیوال
پارہ نمبر 29
www.jamiafaridia.org.pk , 040-4466985, 040-4460985

سورۃ الملک

اس سورۃ پاک کے دو رکوع اور تیس آیات ہیں اس سورۃ پاک میں توحید و رسالت، حشر و نشر جزا و سزا کے عنوانات کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے، اس سورۃ پاک میں سات آسمانوں کی تخلیق، ستاروں کی روشنی، شہاب ثاقب کو شیاطین پر گرا کر اپنی قدرت کاملہ کا ذکر فرمایا گیا ہے، اس سورۃ پاک میں رب قدوس جل مجدہٗ نے اپنی قدرت کاملہ کا اس طرح ذکر فرمایا ہے کہ وہ کائنات کے ذرہ ذرہ کو جانتا ہے علیم و خبیر ہے۔

اس سورۃ پاک میں فرمایا گیا جو کائنات کو بنا سکتا ہے اور ہر طرح قادر ہے وہ اس پر بھی قادر ہے کہ فنا کے بعد قیامت کو پھر بنا ڈالے۔ اس سورۃ پاک میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلائل فرمائے گئے اور قیامت کی ہولناکیوں سے ڈرایا گیا ہے۔ اس سورۃ پاک میں اللہ تعالیٰ کے وجود اس کی توحید اس کی قدرت اور قیامت پر دلائل فرمائے گئے ہیں۔ اس سورۃ پاک کی فضیلت متعدد احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت اس طرح ملتی ہے ایک شخص نے قبر پر خیمہ لگایا اور اس میں سورۃ ملک پڑھ رہا تھا حضور ﷺ کو یہ بات بتائی گئی تو فرمایا یہ سورۃ المانعہ عذاب قبر سے نجات دیتی ہے۔[1] ایک اور حدیث شریف میں اس طرح ہے حضور ﷺ نے فرمایا مجھے یہ پسند ہے کہ یہ سورت ہر مومن کے دل میں ہو۔[2] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قرآن مجید کی ایک سورت جس میں تیس آیات ہیں وہ اپنے پڑھنے والے کی طرف سے جھگڑا کرے گی حتی کہ اُسے جنت میں داخل کر دے گی وہ سورت "تبارک الذی" ہے۔[3] حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تک حضور ﷺ سورۂ الم تنزیل السجدہ اور تبارک الذی پڑھ نہیں لیتے تھے سوتے نہیں تھے۔[4]

---

1 محمد بن عیسیٰ ترمذی (المتوفی 279ھ)، جامع ترمذی، باب ماجاء فی سورۃ الملک الرقم 2890 ص 5/ 164
احمد بن حسین (المتوفی 458ھ)، شعب الایمان، باب تخصیص سور منها بالذکر الرقم 2280 ص 4/ 125

2 محمد بن عبد اللہ (المتوفی 405ھ)، المستدرک للحاکم، باب ذکر فضائل سور الرقم 2076 ص 1/ 753
احمد بن حسین (المتوفی 458ھ)، شعب الایمان، باب تخصیص سور منها بالذکر الرقم 2277 ص 4/ 125

3 احمد بن حسین (المتوفی 458ھ)، شعب الایمان، باب تخصیص سور منها بالذکر الرقم 2278 ص 4/ 12
سلیمان بن احمد (المتوفی 360ھ)، المعجم الاوسط، باب من اسمه سلیمان الرقم 3654 ص 4/ 76

4 عبد اللہ بن عبد الرحمن (المتوفی 153ھ)، سنن دارمی، باب فی فضل سورۃ تبارک الرقم 3453 ص 4/ 2144

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس شخص نے الم تنزیل السجدہ اور تبارک الذی کی تلاوت کی اس کی ستر نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ستر گناہ مٹادئے جاتے ہیں۔[1]

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص سے کہا میں تجھے ایسا تحفہ نہ دوں جس سے تم خوش ہو جاؤاس نے عرض کی فرمایئے بڑی مہربانی، آپ نے فرمایا سورۃ الملک پڑھا کر و اپنی بیوی کو بھی سکھاؤ، ساری اولاد کو پڑھاؤ، اپنے پڑوسیوں کو بھی سکھاؤ، یہ نجات دینے والی سورت ہے، قیامت کے دن اپنے رب کے حضور اپنے پڑھنے والے کیلئے جھگڑے گی اور اُسے عذاب سے بچائے گی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم فرمانے والا ہے

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ
لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ
الْغَفُوْرُ ۙ﴿۲﴾ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ
مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ
الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ﴿۳﴾ ثُمَّ ارْجِعِ
الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ
خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ﴿۴﴾

صدق اللہ العظیم

نہایت برکت والی ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں (ساری کائنات کی) حکومت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے (۱) جس نے موت و حیات کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون زیادہ اچھا عمل کرنے والا ہے اور وہ بے حد غالب ہے بہت بخشنے والا ہے (۲) جس نے اوپر نیچے سات آسمان بنائے تو رحمان کے نظام تخلیق میں کوئی خلل نہیں دیکھے گا، دوبارہ دیکھ کیا تو ان میں میں کوئی نقص دیکھتا ہے؟ (۳) پھر بار بار نظر اُٹھا کر دیکھ تیری نظر تھک کر ناکام پلٹ آئے گی (۴)

1 عبداللہ بن عبدالرحمن (المتوفی 153ھ)، سنن دارمی، باب فی فضل سورۃ تبارک الرقم 3452ص 4/ 2144

زندگی کیا ہے، موت کیوں ضروری ہے؟

اس آیہ مبارکہ میں رب قدوس جل مجدہٗ کی عظمت پاکیزگی اور کمال قدرت کا بیان ہے کہ اُسے تمام جہانوں کی حکمرانی ہے، تمام قسم کی بلندیاں اسی کی ہیں، پستیوں کا مالک وہی ہے تمام قسم کی مخلوقات اُسی کے تصرف میں ہیں، عرش سے تحت الثریٰ تک اُسی کی حکومت ہے۔

آیہ پاک میں "ید" کا لفظ ہے جس کا معنی ہے" خدا کا ہاتھ" جیسا اُس کی شان کے لائق ہے، معنی یہ ہو گا کہ سارا ملک اس کے قبضہ قدرت میں ہے ہر طرح کی حکمرانی تصرف اسی کو ہے، اُسی ذات بابرکات نے موت وحیات پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے زیادہ اچھے عمل کون کرنے والا ہے۔[1]

آیہ مبارکہ میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کرلے یعنی تم میں سے کون زیادہ حرام سے بچنے والا ہے اور اللہ کی عبادت واطاعت میں کون زیادہ دلچسپی لیتا ہے۔ انسان کی ساری زندگی امتحان گاہ ہے اور آخرت دارِ جزا ہے، اللہ تعالیٰ کو تمام معلومات ہیں پھر امتحان کیسا؟ اس کی حکمت یہ ہے جب قیامت کے دن نیکی کرنے والوں کو جزا ہو گی انعامات ہوں گے اور بدکاروں کو سزا ملے گی تو کسی کو یہ اعتراض نہ ہو گا کہ نیکوں کو بلاوجہ انعامات دے دیئے گئے اور بُروں کو بلاوجہ سزا دے دی گئی۔ اس امتحان کے ذریعہ ان پر دلیل قائم ہو گی اور بتانا ہے کہ نیکوں کو انعام اس لئے دیئے گئے کہ وہ امتحان میں کامیاب ہوئے اور بُروں کو سزا اس لئے دی گئی کہ وہ امتحان میں ناکام ہوئے۔

آیہ کریمہ کے اگلے حصہ میں فرمایا گیا (اے مخاطب!) تو رحمان کی تخلیق میں کوئی خلل نہیں دیکھے گا، دوبارہ دیکھ اُن (آسمانوں) میں کوئی شگاف نہیں، کہیں ٹیڑھا پن نہیں، بناوٹ میں کسی قسم کا تناقض نہیں، ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ آسمانوں کی بناوٹ میں کوئی عیب نہیں، پھر فرمایا گیا اپنی نظر آسمان کی طرف اُٹھا، بار بار دیکھ تجھے کسی قسم کا نقص شگاف نظر نہیں آئے گا، تیری نظر تھک کر تیری طرف ناکام لوٹ آئے گی ایک مرتبہ دیکھنے میں وہ تسلی نہیں ہوتی جو بار بار دیکھنے میں ہوتی ہے۔[2]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 23/ 118

2 نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر سمرقندی، ص 3/ 474

عبداللہ بن احمد (المتوفی 710ھ)، تفسیر نسفی (مدراك التنزيل)، ص 3/ 511

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ
وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ
عَذَابَ السَّعِيْرِ ⑤ وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ
عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑥ اِذَآ اُلْقُوْا
فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ⑦ تَكَادُ
تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ؕ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ
سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ⑧

صدق اللہ العظیم

اور بے شک ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے سجایا اور ہم نے ان کو شیطانوں کو مار بھگانے کا ذریعہ بنایا اور ہم نے ان کیلئے دہکتی ہوئی دوزخ کا عذاب تیار کر دیا (۵) اور اپنے رب کا کفر کرنے والوں کیلئے دوزخ کا عذاب ہے ،وہ کیسا بُرا ٹھکانہ ہے (۶) جب اُن کو دوزخ میں ڈالا جائے گا تو وہ دوزخ کی خوف ناک چنگھاڑ سنیں گے اور وہ جوش میں آرہی ہو گی (۷) گویا وہ ابھی شدت سے پھٹ جائے گی جب بھی اس میں کوئی (کافروں کا) گروہ ڈالا جائے گا تو اس کے محافظ اُن سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی (عذاب سے) ڈر سنانے والا نہیں آیا تھا (۸)

دوزخ کے عذاب کی کیفیت

اس آیہ کریمہ میں رب قدوس جل مجدہٗ نے اپنی قدرت کاملہ ایک اور منظر بیان فرمایا ہے کہ آسمان دنیا کو یعنی پہلے آسمان کو ہم نے کتنے حسین انداز میں ستاروں سے سجایا ہے ان کی چمک دمک سے کس قدر حسین نقشہ معلوم ہوتا ہے ان ستاروں کے ذریعہ تم راہ تلاش کرتے ہو، روشنی حاصل کرتے ہو، اندھیروں سے تمہیں نجات ملتی ہے۔ ان مصابیح چراغوں کو ہم نے شیاطین کے مار بھگانے کا ذریعہ بنایا ہے وہ شیاطین جو فرشتوں کی باتیں سننے کیلئے چوری چھپے آسمانوں پر جاتے ہیں اُنہیں مار بھگانے کا کام ان ستاروں سے لیا جاتا ہے۔

ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے ستاروں سے شیاطین کو مار بھگایا جاتا ہے، ستارہ خود نہیں مارا جاتا اسی سے کچھ اجزاء جھڑتے ہیں، جن سے شیاطین کو مار بھگایا جاتا ہے [1] حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رب قدوس نے ستاروں کو تین کاموں کیلئے پیدا فرمایا، وہ آسمانوں کی زینت نہیں، شیاطین کو مار بھگانے کا ذریعہ ہیں، ان ستاروں کو راہنمائی کا ذریعہ بنایا ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان باتوں کے علاوہ ستاروں کے بارہ میں جو باتیں

---

1 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 23/ 122

ہوتی ہیں وہ سب عقلی باتیں ہیں جنہیں حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، نجومیوں کی ساری باتیں محض عقلی ہیں اندازے ہیں یہ اندازے حقیقت نہیں۔[1]

شہاب ثاقب سے مراد وہ چمکتا ستارہ ہے جو آسمان سے گرتا ہے یا آتش بازی کی طرح چھوٹتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

اس سلسلہ میں ابن وہب کہتے ہیں پہلے ابلیس تمام آسمانوں پر چڑھا کرتا تھا، جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے آئے تو اس کا یہی معمول تھا، جب عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اُٹھایا گیا پھر اس کو چوتھے آسمان پر چڑھنے سے روک دیا گیا اور جب ہمارے نبی پاک ﷺ جلوہ گر ہوئے تو پھر اس کو بقیہ تین آسمانوں پر بھی چڑھنے سے روک دیا پھر ابلیس اور اس کا لشکر چوری چھپے آسمانوں پر جاتے، فرشتوں کی باتیں سنتے تو ان پر ستارے مارے جاتے تھے اور فرمایا: ہم نے ہر کافر کیلئے بھڑکتی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور پھر فرمایا جب کفار کو دوزخ میں پھینکا جائے گا اس وقت جہنم سے ایک شور بپا ہو گا دیکھنے والے کو محسوس ہو گا کہ جہنم کے شعلے بے قابو ہو رہے ہیں اور گرج دار آواز سنیں گے ایسا محسوس ہو گا وہ مارے غضب کے پھٹنا چاہتی ہے، بھڑکتے شعلوں اور انگاروں کا یہ حال خوفناک صورت پیدا کر دے گا، جب کفار دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو محافظ فرشتے یہ کہیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا تھا؟ فرشتوں کا یہ سوال ان کی سر زنش ہو گی، انہیں تنبیہ ہو گی۔[2]

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۞٩ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۞١٠ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۞١١ اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ

وہ کہیں گے بے شک! ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا تو ہم نے اسے جھٹلایا اور ہم نے (اسے) کہا کہ اللہ (تعالیٰ) نے تو کوئی شے نہیں اُتاری تم کھلی گمراہی میں مبتلا ہو (۹) وہ کہیں گے کاش ہم ان کی نصیحت کو سنتے اور سمجھتے تو آج ہم دوزخیوں میں نہ ہوتے (۱۰) پس اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے تو پھٹکار ہو اہل جہنم پر (۱۱) اور جو لوگ بن دیکھے

1 محمد بن حموش(437ھ)، تفسیر الهداية الى بلوغ النهاية، ص6/ 3967
2 عبدالرحمن بن محمد (المتوفى 327ھ)، تفسیر ابن ابی حاتم، ص9/ 2913

كَبِيرٌ ﴿١٢﴾ وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ ۖ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿١٣﴾ أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ﴿١٤﴾



اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے (۱۲) اور تم لوگ بات چھپا کر کہو یا اعلانیہ کہو وہ دل کے بھید تک سے واقف ہے (۱۳) بھلا جس نے پیدا کیا وہ بیخبر ہے ؟ وہ تو پوشیدہ باتوں کا جاننے والا اور ہر چیز سے آگاہ ہے۔ (۱۴)

خشیت الٰہی

ان آیات مبارکہ میں ذکر ہے کہ قیامت کے دن مشرکین اقرار کریں گے کہ اُن پر اللہ تعالیٰ کی دلیل پوری ہو گئی، اللہ نے رسولوں کو بھیج کر ان کے عذر کو ختم کر دیا تھا اور خود انہوں نے رسولوں کی تکذیب کی اور یہ کہہ کر توہین کی کہ تم گمراہی میں ہو کفار اپنی مذمت کریں گے کہ قصور ہمارا ہی ہے، ہم نے عقل سے کام نہیں لیا ، رسولوں کی ہدایت پر غور نہیں، کیا کہ انہوں نے ہمیں ہدایت دی ؟ہم نے انکار کر دیا، اللہ تعالیٰ کی معرفت رسولوں کی تعلیم سے ہوتی ہے، یہی وجہ ہے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کے واسطہ کے بغیر اپنے خالق کی معرفت کی کوشش کی وہ گمراہی میں مبتلا ہو گئے۔ کسی نے سورج کو خدا مان لیا، کسی نے آگ کی پرستش شروع کر دی، کوئی بت پرستی میں مبتلا ہو گیا۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا '' فسحقا '' اس کا معنی ہے اللہ نے کفار کو اپنی رحمت سے دور کر دیا۔[1]

کفار کی وعید کے بعد اللہ تعالیٰ ایمانداروں کے وعدہ کا ذکر فرما رہا ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتے ہیں ان کیلئے بخشش ہے، بڑا اجر ہے، ایک معنی یہ ہے کہ وہ لوگ دنیا میں اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور شیطانی شبہات وسوسوں کو دلائل سے زائل کرتے ہیں اور جب وہ انہیں گناہوں کی ترغیب دیتا ہے تو وہ خدا کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے ہیں اور اس کی ترغیبات کو قبول نہیں کرتے۔[2]

1 نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر سمرقندی، ص 3/475
2 یحیٰی بن سلام (المتوفی 200ھ)، تفسیر یحیٰی بن سلام، ص 2/816

دوسرا معنی یہ ہے کہ تقویٰ اور خدا خوفی یہ ہے کہ وہ تنہائی میں ہے، گناہوں پر قادر ہے، نفس گناہ کرنے پر آمادہ کر رہا ہے وہ اس وقت اللہ کے خوف سے گناہ سے رُک جائے جو تنہائی میں گناہوں سے رُکے گا، وہ کھلے عام بہت زیادہ گناہوں سے پرہیز کرے گا، سو اجر عظیم اس شخص کیلئے ہو گا جو کامل متقی ہو۔[1]

اس سے اگلی آیہ میں فرمایا گیا تم چھپ کر بات کرو یا ظاہر کر کے وہ تمہارے دلوں کی باتیں خوب جانتا ہے ۔آیہ کریمہ کا یہ حصہ اُس وقت نازل ہوا جب مشرکین نے کہا آہستہ بات کیا کرو کہیں محمد کا خدا سن نہ لے۔[2]

یہ معنی بھی ہے کہ اس آیت میں تمام مخلوق سے ان کے تمام کاموں اور تمام باتوں کے متعلق ارشاد ہے کہ تم کوئی کام چھپا کر کرو یا ظاہر کر کے وہ اچھی طرح جانتا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تمہارے دلوں کی باتیں نہ جانتا ہو، دلوں کو بھی اس نے پیدا کیا ہے اور دلوں میں خیالات کو بھی اس نے پیدا کیا تو وہ دلوں کی باتوں کو کیسے نہیں جانتا وہ لطیف ہے وہ خبیر ہے۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِهَا وَکُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ ﴿۱۵﴾ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ ﴿۱۶﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ کَیْفَ نَذِیْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَقَدْ کَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَکَیْفَ کَانَ نَکِیْرِ ﴿۱۸﴾ اَوَلَمْ

وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو نرم (اور چلنے کے قابل) بنا دیا سو تم اس کے راستوں میں چلو اور اس کی دی ہوئی روزی میں سے کھاؤ اور اُسی طرف (سب نے) اُٹھ کر جانا ہے (۱۵) کیا تم آسمان والے سے بے خوف ہو گئے ہو کہ تم کو زمین میں دھنسا دے؟ پھر اچانک وہ (زمین) لرزنے لگے (۱۶) کیا تم آسمانوں والے سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تم پر کنکر برسانے والی تیز ہوا بھیج دے، عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا میرا ڈرانا کیسا تھا (۱۷) اور بے شک ان سے پہلے لوگوں نے جھٹلایا تھا تو کیسا ہوا میرا انکار

1 احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص 9/359

2 حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ)، تفسیر بغوی، ص 5/126

يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ﴿۱۹﴾

کرنا (۱۸) کیا انہوں نے اپنے اوپر پر پھیلائے ہوئے اور پر سمیٹے ہوئے پرندوں کو نہیں دیکھا؟ ان کو رحمان کے سوا کوئی روک نہیں سکتا بے شک وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے (۱۹)



خدا کو جھٹلانے کا انجام

ان آیات میں رب قدوس جل مجدہٗ نے اپنے ایک کرم و فضل کا ذکر فرمایا کہ ہم نے تمہارے لئے زمین کو تابع بنادیا اس پر سوار ہو کر چلو۔

''ذلول'' اس جانور کو کہتے ہیں جو شوخی نہ کرے اور اپنے پر اطمینان سے سوار ہونے دے۔[1]

زمین کو ہم نے تمہارے لیے ایسا تابع بنا دیا ہے کہ تم اس پر سواری کرتے پھرو، یہ ہمارا کرم ہے ہم نے زمین کو لوہے پتھر کی طرح سخت بھی نہیں کیا، اگر ایسا ہوتا تو اس میں درخت اور کھیتی نہ بوئی جاسکتی، اس کو کھود کر اونچی عمارتوں کی بنیاد نہ رکھی جاسکتی۔ زمین کو ایسا بنایا کہ اس پر عمارتیں ٹھہر نہ سکیں، چلنے پھرنے والوں کو لغزش نہ ہو، ہم نے زمین کو ایسا قوام بخشا ہے کہ نہ تو پانی کی طرف بہنے والی ہے نہ کیچڑ کی طرح دبنے والی، اگر زمین ایسی ہوتی تو اس پر کسی انسان کا ٹھہرنا ممکن نہ ہوتا۔ زمین کو لوہے کی طرح سخت بھی نہیں بنایا پہلے حصہ میں زمین پر چلنے پھرنے کی ہدیات فرمائی، اس کے بعد فرمایا کہ اللہ کا رزق کھاؤ اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ تجارت کیلئے سفر اور مال کی درآمد کیلئے رزق کا دروازہ ہے یہ معنی بھی ہے کہ: زمین میں کھیتی باڑی اور کاشت کاری سے رزق کھاؤ۔

''الیہ النشور'' کے ارشاد گرامی سے اشارہ فرمایا گیا ہے کہ زمین سے کھانے پینے رہنے سہنے کے فوائد تو حاصل کرو مگر موت اور آخرت سے غافل نہ ہو جاؤ کہ انجام کار اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، زمین پر رہتے ہوئے آخرت کی تیاری میں لگے رہو[2]

---

1 قاضی محمد ثناء اللہ المتوفی 1225ھ، تفسیر مظہری، ص 24/10
احمد بن محمد المتوفی 427ھ، تفسیر ثعلبی، ص 359/9
2 نصر بن محمد المتوفی 373ھ، تفسیر سمرقندی، ص 476/3

آگے اس پر تنبیہ کی گئی ہے کہ زمین پر اپنے بسنے کی صورت میں بھی اللہ کا عذاب آسکتا ہے۔فرمایا کیا تم اس سے بے خوف ہو کہ آسمان والا تمہیں زمین کے اندر دھنسادے اور زمین تمہیں نگل جائے، اگرچہ اللہ نے زمین کو ایسا معتدل بنایا ہے کہ آدمی بغیر کھودے ہوئے اس کے اندر نہیں اتر سکتا مگر وہ اس پر بھی قادر ہے کہ زمین اپنے اوپر رہنے والے کو نگل جائے، اس طرح کے عذاب سے ڈرایا گیا کہ اگر اللہ چاہے تو تم پر آسمان سے پتھر بھی برسا دے اور تمہیں ہلاک کر دے اس وقت تمہیں ڈرانے کا انجام معلوم ہو گا مگر اس وقت معلوم ہونا بے سود ہو گا آج سوچو فکر کرو۔

اگلے حصہ میں پچھلی قوموں کے واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے جن پر عذاب الٰہی نازل ہوا، ان سے عبرت حاصل کرو، ایک اور حالت کو بیان فرمایا جارہا ہے جس سے اس کی کمال قدرت کا پتہ چلتا ہے کیا انہوں نے پرندوں کو اڑتے نہیں دیکھا جو کبھی بازوں کو پھیلادیتے ہیں اور کبھی سمیٹ لیتے ہیں، غور کرو یہ وزنی جسم جب اوپر چھوڑا جائے تو اسے نیچے گر جانا چاہئے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ان جانوروں کو ایسی وضع پر بنایا ہے کہ وہ ہوا میں ٹھہر سکیں اور یہ ٹھہرانا رحمان کی قدرت سے ہی ہے اور وہ ہر شے کو دیکھنے والا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ
مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ۭ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ
غُرُوْرٍ ۝٢٠ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ
اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ
۝٢١ اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى
اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ
۝٢٢ قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ

بھلا وہ تمہارا کونسا لشکر ہے جو رحمان کے مقابلہ میں تمہاری مدد کر سکے کافر صرف دھوکے میں ہیں (۲۰) یا وہ کون ہے جو تمہیں روزی دے سکے اگر اللہ اپنا رزق دینا بند کر دے بلکہ کافر اپنی سرکشی اور نفرت میں پکے ہو چکے ہیں (۲۱) بھلا جو شخص منہ کے بل اوندھا چلے وہ زیادہ ہدایت یافتہ ہے یا وہ جو صراط مستقیم پر سیدھا چلے (۲۲) آپ کہئے وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لئے کان آنکھیں اور دل بنائے تم

حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ)، تفسیر بغوی، ج5/ص126

السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَالۡاَفۡـِٕدَةَ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۲۳﴾ قُلۡ هُوَ الَّذِىۡ ذَرَاَكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ وَاِلَيۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ ﴿۲۴﴾ وَيَقُوۡلُوۡنَ مَتٰى هٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۲۵﴾ صدق اللہ العظیم

بہت کم شکر ادا کرتے ہو (۲۳) آپ کہئے ! وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا اور اسی کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے (۲۴) وہ کہتے ہیں (عذاب کا) وعدہ کب پورا ہو گا اگر تم سچے ہو (۲۵)

کیا خدا کا مقابلہ کسی نے کیا

ان آیات میں رب قدوس جل مجدہٗ نے کفار و مشرکین کے دو باطل نظریات کی تردید کی ہے کفار کو یہ گھمنڈ تھا کہ وہ بہت مالدار ہیں صاحب ثروت ہیں ان کے پاس کثیر لشکر موجود ہے اس لئے انہیں کسی قسم کا ڈر نہیں ، دوسرا زعم باطل یہ تھا کہ اُن کے دکھ درد میں ان کے بت ان کیلئے مددگار ہوں گے اور وہ ان پر کسی قسم کی مصیبت نہیں آنے دیں گے ، رب ذوالجلال اس ارشاد گرامی میں اُن کے ان کمزور نظریات کی تردید کی ہے کہ تمہارا کون سا لشکر ہے جو اللہ کے مقابلہ میں تمہاری مدد کر سکے گا۔ کفار محض دھوکہ میں ہیں۔ اگلی آیہ پاک میں پھر جھنجھوڑا گیا ہے کہ بتاؤ تمہارے خود ساختہ خداؤں میں کون تمہیں روزی دیتا ہے ؟ رزق کیلئے آسمانوں سے پانی کا نازل ہونا ہے ، زمین کا اگانا ہے ، اللہ کے بغیر کون ہے جو آسمان سے پانی اُتارے زمین سے رزق پیدا کرے۔ جن حلال جانوروں کا گوشت کھاتے ہو بھلا کون ہے جو اللہ کے سوا ان جانوروں کو پیدا کرے۔ حق واضح ہونے کے باوجود بھی کفار ضد پر اڑے رہے اور اسلام قبول نہ کیا۔

اگلی آیہ پاک میں ایک اور دوسرے انداز میں جھنجھوڑا گیا ہے اور سوال کیا گیا ہے بتاؤ منہ کے بل اوندھا چلنے والا ہدایت پر ہے یا جو سیدھا صراط مستقیم پر چل رہا ہے وہ حق پر ہے۔ سیدھا چلنے والے میں نہ لڑکھڑاہٹ ہے نہ ٹیڑھا پن ہے ، اوندھا چلنے والا لڑکھڑاہٹ میں مبتلا ہوتا ہے اندھا آدمی راہ چلتا بھٹک جاتا ہے گر جاتا ہے ٹھوکریں کھاتا ہے ، اوندھا چلنے والے سے مراد ابو جہل ہے اور سیدھا چلنے والے سے مراد حضرت حمزہ ہیں ، عکرمہ ہیں عمار بن یاسر (رضی اللہ عنہم) ہیں۔[1]

---

1 علی بن محمد (المتوفی 450ھ)، تفسیر ماوردی ، ص 6/56
محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی ، ص 18/219

محبوب ! آپ کہئے وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، کان بنائے آنکھیں بنائیں، دل بنائے، محبوب آپ کہئے وہی ذات گرامی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا اور اسی کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے وہ کہتے عذاب کا وعدہ کب پورا ہو گا اگر تم سچے ہو۔

کفار مذاق کے طور پر کہتے تھے قیامت کب ہو گی ان کے پوچھنے کا یہ مقصد نہ تھا کہ وہ ایمان لے آئیں گے وہ استہزاء کرتے تھے کہ ہر نبی نے قیامت کی بات کی مگر آئی تو آج تک نہیں اگر آپ بھی اس کی تاریخ نہیں بتا سکتے تو ہم یقین کر لیں گے قیامت نہیں آئے گی، یہ محض ڈراوا ہے۔[1]

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

قُلۡ اِنَّمَا الۡعِلۡمُ عِنۡدَ اللّٰهِ ۪ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۲۶﴾ فَلَمَّا رَاَوۡهُ زُلۡفَةً سِيۡٓـئَتۡ وُجُوۡهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَقِيۡلَ هٰذَا الَّذِىۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ تَدَّعُوۡنَ ﴿۲۷﴾ قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ اَهۡلَكَنِىَ اللّٰهُ وَمَنۡ مَّعِىَ اَوۡ رَحِمَنَا ۙ فَمَنۡ يُّجِيۡرُ الۡكٰفِرِيۡنَ مِنۡ عَذَابٍ اَلِيۡمٍ ﴿۲۸﴾ قُلۡ هُوَ الرَّحۡمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيۡهِ تَوَكَّلۡنَا ۚ فَسَتَعۡلَمُوۡنَ مَنۡ هُوَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۲۹﴾ قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ اَصۡبَحَ مَآؤُكُمۡ غَوۡرًا فَمَنۡ يَّاۡتِيۡكُمۡ بِمَآءٍ مَّعِيۡنٍ ﴿۳۰﴾

صدق اللہ العظیم

فرمادیں کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے اور میں تو کھول کھول کر ڈر سنا دینے والا ہوں (۲۶) پھر جس وقت اُسے قریب آتے دیکھیں گے تو کفار کے چہرے بگڑ جائیں گے اور انہیں کہا جائے گا یہ ہے جس کا تم بار بار مطالبہ کرتے تھے (۲۷) آپ کہئے (اے منکرو!) ذرا غور تو کرو اگر اللہ (تعالیٰ) مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کر دے یا رحم کر دے تو کفار کو دردناک عذاب سے کون بچائے گا (۲۸) فرمادیں کہ جو رب رحمٰن ہے ہم اسی پر ایمان لائے اور اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں تم کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ صریح گمراہی میں کون پڑ رہا تھا (۲۹) آپ پوچھئے اگر کسی صبح کو تمہارا پانی زمین کی تہہ میں اُتر جائے تو تمہیں میٹھا صاف پانی کون لا دے گا (۳۰)

1 مقاتل بن سلیمان (المتوفی150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص393/4

حقیقی علم کا سرچشمہ

اس آیہ کریمہ میں کفار کے اس غلط مطالبہ کا جواب ہے جو انہوں نے کیا، محمد اگر آپ سچے ہیں تو بتائیے قیامت کب آئے گی؟ اس کا جواب ہے، محبوب! آپ کہہ دیجئے اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے میں تو تمہیں ڈرانے کیلئے بھیجا گیا ہوں کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرو میں تو تمہیں اُس آنے والے وقت سے پہلے ڈرا رہا ہوں کہ جہنم کی آگ سے بچ جاؤ۔ یاد رکھو جب قیامت برپا ہو گی تو تمہارے چہرے بگڑ جائیں گے اس کی ہیبت کا یہ عالم ہو گا کہ تم اپنا دماغی توازن کھو بیٹھو گے اس وقت ایمان لانا بھی مفید نہ ہو گا اس وقت تمہیں کہا جائے گا یہ قیامت آگئی ہے جس کا تم شور مچا رہے تھے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اس وقت ان کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے اور یہ بد شکلی ان کے کردار کے باعث ہو گی جیسے قوم عاد اور قوم ثمود پر عذاب آتا تھا اس بات کا قائل کون ہے جو کہے گا لو یہ قیامت آگئی جس کا تم مطالبہ کرتے تھے۔[1]

بعض مفسرین نے کہا یہ بات اُنہیں جہنم کے فرشتے کہیں گے بعض نے کہا یہ کفار ہی ایک دوسرے سے کہیں گے۔

ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ جس عذاب کے نہ آنے کا تم دعویٰ کرتے تھے کہ عذاب نہیں آئے گا دیکھ لو وہ آگیا ہے۔ اگلی آیہ پاک میں ذکر ہے کہ کفار کی بد دُعا سے پریشانی کی ضرورت نہیں، محبوب! آپ اللہ پر بھروسہ کریں فرمایا اگر اللہ مجھے وفات دے کر اُٹھائے یا مجھ پر رحم فرمائے اور میری اجل کو مؤخر کر دے تو اس میں تمہارے لئے کون سی راحت ہے اور کون سا فائدہ ہے تم جان لو تمہیں اللہ کے عذاب سے کوئی نہیں بچا سکتا اگر تم اللہ کے عذاب سے بچنا چاہتے ہو تو اسی ذات پر ایمان لاؤ اور برے کاموں سے تائب ہو کر اچھے کام کرنے لگ جاؤ۔
اگلی آیہ مبارکہ میں فرمایا محبوب! آپ کہئے اگر صبح کو تمہارا پانی زمین میں اُتر جائے تو تمہارے پاس بہتا ہوا پانی کون لائے گا اس ارشاد گرامی سے انہیں بتانا مقصود ہے کہ اللہ کی نعمتوں کا اقرار کرو۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 محمد بن عمر (المتوفی 606ھ)، تفسیر کبیر، ص 30/296

سورۃ القلم

اس سورۃ پاک کی ۵۲ آیات اور ۲ رکوع ہیں[1] اس میں کفار و مشرکین کے ایک غلط الزام کی تردید فرمائی جا رہی ہ حضور ﷺ کی عظمت و سربلندی کو دیکھ کر کفار و مشرکین کا غیض و غضب بڑھ گیا تو لچر قسم کے الزامات شروع کر دیئے جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ یہ دیوانہ ہے، رب قدوس قسم اُٹھا کر کفار کے اس الزام کی تردید فرما رہا ہے کہ میرا محبوب دیوانہ نہیں۔ اس سورۃ پاک میں حضور ﷺ کو تسلی دی گئی ہے آپ پریشان نہ ہو یہ سرکش آخر رسوا ہوں گے۔ اس سورۃ پاک میں حضور ﷺ فرمایا گیا محبوب کفار تو چاہتے ہیں تو اُن میں مل جل کر رہے اُن کے کردار پر کسی قسم کی تنقید نہ ہو، بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ جیسا ہادی و راہنما اُن کی پیروی کرے۔ اس سورۃ پاک میں حضور ﷺ سے فرمایا گیا ہے محبوب! کفار و مشرکین جو آپ کے خلاف نازیبا کلمات استعمال کرتے ہیں ان پر آپ پریشان نہ ہوں۔ نیز اس میں حضور ﷺ کے فضائل و کمالات کا ذکر فرمایا گیا ہے، نیز کفار سے بتایا گیا ہے تمہارے معبودان باطل نہ دنیا کا عذاب دور کر سکتے ہیں نہ آخرت کا، تمہارے پاس مال و دولت اس لئے نہیں کہ تم پر خدا راضی ہے یہ اس کی طرف سے ڈھیل ہے، نیز اس سورۃ پاک میں حضور ﷺ کو کفار کی طرف سے رنج و مصائب پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس کا نام "القلم" ہے اور امام بخاری نے اس سورۃ کا عنوان "ن والقلم" قائم کیا ہے۔[2]

اکثر مفسرین نے اس سورۃ کا نام "القلم" رکھا ہے۔[3]

حضرت جابر (رضی اللہ عنہم)، حسن بصری اور عکرمہ عطا فرماتے ہیں یہ سورت مکی ہے۔[4]

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص10/5
حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ)، تفسیر بغوی، ص5/129

2 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح، للبخاری، باب قولہ: عسی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ص6/159

3 مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص4/395

4 علی بن محمد (المتوفی 450ھ)، تفسیر ماوردی، ص6/59
محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی، ص18/222

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ ہی کے نام سے شروع جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

نٓ وَالۡقَلَمِ وَمَا يَسۡطُرُوۡنَ ۙ‏ ﴿۱﴾ مَاۤ اَنۡتَ بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ بِمَجۡنُوۡنٍ‌ ۚ‏ ﴿۲﴾ وَاِنَّ لَكَ لَاَجۡرًا غَيۡرَ مَمۡنُوۡنٍ‌ۚ‏ ﴿۳﴾ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيۡمٍ‏ ﴿۴﴾ فَسَتُبۡصِرُ وَيُبۡصِرُوۡنَۙ‏ ﴿۵﴾ بِاَیّـِكُمُ الۡمَفۡتُوۡنُ‏ ﴿۶﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ‏ ﴿۷﴾ فَلَا تُطِعِ الۡمُكَذِّبِيۡنَ‏ ﴿۸﴾ وَدُّوۡا لَوۡ تُدۡهِنُ فَيُدۡهِنُوۡنَ‏ ﴿۹﴾

نون، قلم کی قسم اور اس کی جو (فرشتے) لکھتے ہیں (۱) (اے محبوب) آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں (۲) اور بے شک آپ کیلئے بے حد اجر ہے (۳) اور بے شک آپ ضرور عظیم اخلاق پر فائز ہیں (۴) عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے (۵) کہ تم میں سے کون مجنون تھا (۶) بے شک !آپ کا رب ہی خوب جاننے والا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹک چکا ہے اور وہی ہدایت والے لوگوں کو خوب جاننے والا ہے (۷) تو آپ جھٹلانے والوں کی بات نہ مانیں (۸) انہوں نے یہ چاہا کہ اگر آپ نرمی کریں تو وہ بھی نرم ہو جائیں گے) (۹)

حضور کے اخلاق عالیہ

آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے "نون اور قلم کی قسم اور اس کی جو فرشتے لکھتے ہیں" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ رب العزۃ نے جس چیز کو پہلے پیدا کیا وہ قلم ہے پھر جو کچھ ہونے والا تھا اس کو قلم نے لکھا پھر پانی سے بخار اُٹھا تو اس سے آسمان پیدا کئے گئے پھر مچھلی کو پیدا کیا اور زمین کو مچھلی کی پشت پر پھیلایا زمین ہلنے لگی تو اس کو پہاڑوں سے ٹھہرایا گیا۔[1]

1 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 23/14

حضرت عبادہ بن صامت فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا پھر اس سے فرمایا لکھ تو اس نے ابد تک جو کچھ ہونے والا تھا لکھ دیا۔[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا محبوب تو مجنون نہیں آپ پر اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور اللہ کے فضل سے صاحب عقل ہیں۔ حضور ﷺ پر رب کی عظیم نعمت یہ ہے کہ آپ اللہ کے فضل سے بڑے فصیح و بلیغ ہیں۔

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے، فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی کہے کہ منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں[2]

آپ مجنون نہیں کہ آپ پر اللہ کا عظیم فضل یہ بھی ہے کہ آپ عظیم خلق کے مالک ہیں، اچھے اخلاق کے بارہ میں عنوان ایک حدیث شریف سے اس طرح ملتا ہے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن مومن کے میزان میں اخلاق سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہو گی۔[3]

ایک اور ارشاد سے اس عنوان کی اہمیت اس طرح ملتی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا اچھے اخلاق والا نمازیوں اور روزہ داروں کے درجہ کو پالیتا ہے۔[4]

اسی ضمن میں ایک اور حدیث شریف ملتی ہے جسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے حضور ﷺ سے پوچھا گیا یارسول اللہ ﷺ! وہ کون سا کام ہے جس کی وجہ سے لوگ زیادہ جنت میں جائیں گے؟ فرمایا! خدا سے ڈرنا اور اچھے اخلاق۔[5]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا حضور ﷺ کے خلق کے بارہ میں فرمائیں تو آپ نے فرمایا آپ کا خلق قرآن تھا۔[6]

---

1 محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، الجامع ترمذی، باب و من سورۃ ن الرقم 3319 ص 5/ 424
سلیمان بن اشعث (المتوفی 275ھ)، سنن ابوداؤد، باب فی القدر الرقم 4700 ص 4/ 225
2 محمد بن عیسیٰ (المتوفی 279ھ)، الجامع ترمذی، باب ما جاء فی حسن الخلق الرقم 2002 ص 4/ 362
3 سلیمان بن اشعث (المتوفی 275ھ)، سنن ابوداؤد، باب ما جاء فی حسن الخلق الرقم 4798 ص 4/ 252
4 محمد بن یزید (المتوفی 273ھ)، سنن ابن ماجہ، باب ذکر الذنوب الرقم 4246 ص 2/ 1418
5 احمد بن حنبل (المتوفی 241ھ)، مسند احمد، باب مسند عائشۃ رضی اللہ عنہا الرقم 24601 ص 41/ 148
6 حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ)، تفسیر بغوی، ص 8/ 574

بدترین دشمنوں کو معاف فرما دینا، طائف کے سفر میں ظلم کرنے والوں کے بد دعا نہ فرمانا، ہر کسی کے بلانے پر چلے جانا، غرباء فقرا کو ان کے گھروں میں جا کر نوازنا، فتح مکہ کے موقع پر" اذھبوا انتم الطلقائ" جاؤ تم سارے کے سارے آزاد ہو، فرمانا اخلاق احسنہ کی واضح جھلک ہے۔[1]

آیہ پاک میں فرمایا وہ دیکھ لیں گے تم میں سے کون مجنون تھا حضور ﷺ پر مجنون کا الزام لگانے والے خود بے عقل ہیں اور گمراہ ہیں کہ جھوٹ بول رہے ہیں، حضور ﷺ سے فرمایا گیا آپ اُن جھوٹوں کی بات نہ مانیں کفار چاہتے ہیں کہ آپ دین میں نرمی کریں وہ بھی نرمی کریں گے، محبوب کریم آپ ان کی خوشی کیلئے دین میں مداہنت نہ کریں کہ آپ ان کی مخالفت نہ کریں گے کفار کا مطلب یہ تھا کہ آپ ان کے بتوں کی مخالفت نہ کریں اور شرک کا رد نہ کریں۔ اسلام میں مداہنت جائز نہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ﴿۱۰﴾ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ﴿۱۱﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿۱۲﴾ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ﴿۱۳﴾ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۱۴﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۵﴾ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ﴿۱۶﴾ اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿۱۸﴾ صدق اللہ العظیم

آپ بہت قسمیں کھانے والے بے حد ذلیل کی بات نہ مانیں (۱۰) جو بہت زیادہ طعنے دینے والا اور چلتا پھرتا چغل خور ہے (۱۱) نیکی سے بہت روکنے والا حد سے بڑھنے والا سخت گنہگار ہے (۱۲) بہت بد خو ان کے بعد نطفہ حرام ہے (۱۳) وہ بہت مالدار اور بیٹوں والا ہے (۱۴) جب اس کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ تو پہلے لوگوں کے جھوٹے قصے ہیں (۱۵) ہم عنقریب اس کی سونڈ پر داغ لگا دیں گے (۱۶) ہم نے ان کی اس طرح آزمائش کی جس طرح ہم نے ان باغ والوں کی آزمائش کی تھی جب انہوں نے قسم کھائی کہ وہ ضرور صبح کو اس کے پھل کاٹیں گے (۱۷) اور انہوں نے ان شاء اللہ نہ کہا (۱۸)

1 محمد بن عمر الرازی المتوفی 606ھ، تفسیر کبیر، ص 32/338

گستاخ پر کڑی ضرب کیوں

ان آیات میں اس شخص کے نو (۹) عیب بیان کئے گئے ہیں جس نے حضور ﷺ کو مجنون کہا تھا اس شخص کے بارہ میں کئی روایات ہیں وہ شخص ولید بن مغیرہ تھا ایک قول یہ ہے کہ وہ اخنس بن شریق تھا، ایک قول یہ ہے وہ حکم بن عاص تھا بعض نے کہا وہ اسود بن یغوث تھا۔[1]

جب یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں اور حضور ﷺ نے اس کے عیب گنوائے تو اس نے اپنی ماں سے کہا سارے عیب میں جانتا ہوں کہ مجھ میں ہیں صرف ایک عیب نطفہ حرام کا ہے جو تجھ سے پوچھنا ہے، سچ سچ بتادے ورنہ قتل کر دوں گا اس کی ماں نے کہا تیرا باپ نامرد تھا مجھے ڈر ہوا وہ مر جائے گا تو مال غیر لے جائیں گے تو میں نے چرواہے کو بلایا تُو توں اس سے ہے، ولید بن مغیرہ کی بدعادات ذکر کرنے کے بعد یہ بھی فرمایا گیا ہے وہ بہت مالدار ہے، بیٹوں والا ہے جب اس کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ پہلوں کے قصے کہانیاں ہیں۔[2]

اگلی آیہ پاک میں اس کی سزا کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ ہم اس کی ناک کو داغ دیں گے ناک کی تذلیل کی وجہ واضح ہے، ناک چہرہ میں بلند ہے کوئی بے عزت ہو جائے تو کہتے ہیں اس کی ناک کٹ گئی۔

ابوالعالیہ کہتے ہیں اس کی ناک پر نشان ہو گا اس نشان کی وجہ سے سبھی لوگ اُسے پہچان لیں گے، جیسے قیامت کے دن کفار کے چہرے سیاہ ہوں گے اور خوف سے ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی اسی طرح قیامت کے دن اس کی ناک پر نشان ہو گا۔[3]

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿۲۰﴾ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ

پھر آپ کے رب کی طرف سے ایک آفت آئی جب وہ سوئے ہوئے تھے (۱۹) پھر وہ باغ ایسا ہو گیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی ہو (۲۰) تو صبح ہوتے ہی انہوں نے ایک

---

1 محمد بن عبد اللہ (المتوفی 1270ھ)، تفسیر روح المعانی، ص 15/ 32
2 احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص 10/ 15
3 حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ)، تفسیر بغوی، ص 5/ 137
محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی، ص 18/ 237

يَتَخَافَتُوْنَ ﴿۲۳﴾ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ
عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿۲۴﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ
قٰدِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ
﴿۲۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ اَوْسَطُهُمْ
اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا
سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقْبَلَ
بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَالُوْا
يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿۳۱﴾ عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ
يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ
﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ
اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

صدق الله العظيم

دوسرے کو پکارا (۲۱) کہ اگر تم پھل کاٹنے والے ہو تو صبح ہی کھیت کی طرف چلو (۲۲) پھر وہ چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے چل پڑے (۲۳) کہ آج اس باغ میں تمہارے پاس کوئی مسکین نہ آئے (۲۴) پھر وہ خود کو اپنے فیصلہ پر قادر سمجھتے ہوئے صبح صبح چل پڑے (۲۵) پھر جب انہوں نے (اپنے کٹے ہوئے) باغ کو دیکھا تو کہا ہم ضرور راستہ بھول گئے (۲۶) بلکہ ہم محروم ہوگئے (۲۷) ان میں سے ایک سمجھدار نے کہا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم اللہ کی تسبیح کیوں نہیں کرتے (۲۸) انہوں نے کہا ہمارا رب سبحان ہے بے شک ہم ظالم تھے (۲۹) پھر وہ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے (۳۰) انہوں نے کہا ہائے افسوس! بے شک! ہم سرکش تھے (۳۱) امید ہے ہمارا رب ہمیں اس کے بدلہ میں اچھا باغ دے گا بے شک! ہم اپنے رب کی طرف رغبت کرتے ہیں (۳۲) اسی طرح عذاب ہوتا ہے اور آخرت کا عذاب (اس سے) بہت بڑا ہے کاش! یہ لوگ جانتے (۳۳)

آزمائش کیوں ضروری

ان آیات مبارکہ میں باغ والوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جنہیں اپنے باغ پر ناز تھا خوش تھے کسی مسکین کا آنا پسند نہ کرتے تھے کہ اُسے کچھ دینا پڑے گا، صبح صبح اُٹھے اور ناز نخرے سے باغ کی طرف چلے جو برباد ہو چکا تھا پھر افسوس کے ہاتھ ملتے رہے کہ ہم نے اللہ کی تسبیح بیان نہ کی۔

سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ لوگ صنعا کے رہنے والے تھے بعض نے کہا: حبشہ کے باشندے تھے یہ باغ انہیں باپ کے ورثہ سے ملا تھا، ان کے باپ کا معمول تھا کہ اپنی ضرورت کا خرچ لے کر باقی سارا مال اللہ کی راہ میں دیتا تھا، باپ کی وفات کے بعد اولاد نے مشورہ کیا ہمارا باپ تو نا سمجھ تھا سارا مال فقیروں کو دے دیتا تھا ہم سارا نفع اپنے پاس رکھیں تو مالدار ہو جائیں گے جب انہوں نے یہ غلط فیصلہ کیا اپنے باپ کی اچھی عادت کو پامال کیا تو ان کے باغ پر آفت آئی اور سارے کا سارا باغ برباد ہو گیا۔ اس طرح اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے یہ تو دنیا کا عذاب ہے آخرت کا عذاب اس سے بھی زیادہ شدید ہے۔

جب انہوں نے اقرار کر لیا کہ ہم سب ہی سرکش گنہگار ہیں تو یہ اعتراف شرمندگی کے ساتھ ان کی توبہ کے قائم مقام تھا اسی بناء پر ان کو اللہ سے یہ اُمید ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس باغ سے بہتر باغ عطا فرمادے گا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے امام بغوی نے روایت کیا جب ان سب لوگوں نے سچے دل سے توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے بہتر باغ عطا فرمایا جس کے انگور کے خوشے اتنے بڑے تھے ایک خوشہ سے خچر لادا جاتا تھا۔

اللہ کی دی ہوئی نعمتوں پر خدا کا شکر کیا جائے، باپ کی اچھی عادات کو اپنایا جائے، فقراء و مساکین کو حق دیا جائے ان کاموں سے برکت ہوتی ہے، رب راضی ہوتا ہے خدا کی ناراضگی سے بچا جائے۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِ دِ خَلْقِہٖ

اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۳۴﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ كَالْمُجْرِمِیْنَ ﴿۳۵﴾ مَا لَكُمْ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِیْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ لَكُمْ فِیْهِ لَمَا تَخَیَّرُوْنَ ﴿۳۸﴾ اَمْ لَكُمْ اَیْمَانٌ عَلَیْنَا بَالِغَةٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ

بے شک! متقین کے لئے ان کے رب کے پاس نعمتوں والی جنتیں ہیں (۳۴) کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں کی طرح کر دیں گے (۳۵) تمہیں کیا ہوا ایسی بات بتا رہے ہو (۳۶) کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم یہ پڑھ رہے ہو (۳۷) کیا اس میں وہی تحریر ہے جسے تم پسند کرتے ہو (۳۸) یا تم نے ہم سے ایسی قسمیں لے رکھی ہیں جو قیامت تک رہیں گی کہ تمہیں وہ سب کچھ ملے گا جس کا تم فیصلہ

۳۹ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ۴۰ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآىِٕهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۴۱ صدق اللہ العظیم

کرو گے (۳۹) آپ ان سے پوچھئے ان میں سے کون اس بات کا ضامن ہے (۴۰) یا ان کے کوئی شریک ہیں تو انہیں چاہئے کہ وہ اپنے شریکوں کو لے آئیں اگر وہ سچے ہیں (۴۱)

منفقین کا انجام

پہلی آیات مبارکہ میں کفار ومشرکین کی سزا و عذاب کا ذکر تھا کہ انہیں آخرت میں سخت عذاب ہو گا اب ان آیات مقدسہ میں ایمانداروں کی آخرت کا حال فرمایا جارہا ہے کہ انہیں آخرت میں نعمت والی جنتیں ملیں گی وہاں نعمتیں خالص ہوں گی ان نعمتوں کے زائل ہو جانے کا کوئی خطرہ نہیں ہو گا، دنیا کی طرح کسی قسم کا فکر و غم نہیں ہو گا۔ کفار نے کہا: قیامت کے دن ہم مسلمانوں سے اچھے ہوں گے کہ آج ہماری زندگی اچھی ہے ورنہ ایک جیسے تو ضرور ہوں گے کہ ہمیں بھی وہی نعمتیں ملیں گی جو مسلمانوں کو ملیں گی۔ رب قدوس جل مجدہٗ نے اس کا جواب فرمایا کہ کیا ہم فرمانبرداروں اور نافرمانوں کو ایک جیسا رکھیں گے ؟ایسا ہر گز نہیں، کفار سے کہا گیا: کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جسے پڑھ رہے ہو ؟ کیا اس میں بھی تحریر ہے جس کو تم پسند کرتے ؟ ہو تم نے ہم سے ایسی قسمیں لے رکھی ہیں جو قیامت تک رہیں گی کہ تمہیں وہ سب کچھ ملے گا جس کا تم فیصلہ کرو گے۔ محبوب ! ان سے پوچھئے ان میں سے ضامن کون ہے اگر یہ سچے ہیں ؟ تو ان کے کوئی شریک ہیں تو انہیں بلالیں ؟ یہ احتمال باقی تھا کہ وہ کہہ دیں ہمارے ساتھ خدا کا عہد ہے کہ وہ ہمیں عذاب نہیں دے گا، اس احتمال کو بھی ختم کر دیا گیا کہ کوئی ایسا معاہدہ طے پا چکا ہے اگر ایسا ہے تو کسی ضامن کو بلائیں اپنے شریکوں کو بلائیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۴۲ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۗ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ

جس دن پنڈلی سے پردہ اُٹھایا جائے گا اور ان کو سجدہ کے لیے بلایا جائے گا تو وہ (سجدہ) نہ کر سکیں گے (۴۲) ان کی نگاہیں (ڈر سے) نیچی ہوں گی ان پر ذلت چھائی ہو گی اور اس سے پہلے انہیں سجدہ کیلئے بلایا

﴿۴۳﴾ فَذَرۡنِیۡ وَمَنۡ یُّکَذِّبُ بِہٰذَا الۡحَدِیۡثِ ؕ سَنَسۡتَدۡرِجُہُمۡ مِّنۡ حَیۡثُ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۴﴾ وَ اُمۡلِیۡ لَہُمۡ ؕ اِنَّ کَیۡدِیۡ مَتِیۡنٌ ﴿۴۵﴾ اَمۡ تَسۡـَٔلُہُمۡ اَجۡرًا فَہُمۡ مِّنۡ مَّغۡرَمٍ مُّثۡقَلُوۡنَ ﴿۴۶﴾ اَمۡ عِنۡدَہُمُ الۡغَیۡبُ فَہُمۡ یَکۡتُبُوۡنَ ﴿۴۷﴾ فَاصۡبِرۡ لِحُکۡمِ رَبِّکَ وَ لَا تَکُنۡ کَصَاحِبِ الۡحُوۡتِ ۘ اِذۡ نَادٰی وَ ہُوَ مَکۡظُوۡمٌ ﴿۴۸﴾ صدق اللہ العظیم

جاتا تھا تو اس وقت وہ صحیح سالم تھے (۴۳) سو آپ اس کلام کے جھٹلانے والے کو مجھ پر چھوڑ دیں ہم انہیں آہستہ آہستہ (عذاب کی طرف) کھینچیں گے کہ ان کو معلوم بھی نہیں ہو گا (۴۴) اور میں انہیں ڈھیل دے رہا ہوں بے شک میری (خفیہ) تدبیر بہت مضبوط ہے (۴۵) کیا آپ ان سے کوئی اجرت طلب کر رہے ہیں جو یہ تاوان سے دبے جا رہے ہیں (۴۶) یا ان کے پاس علم غیب ہے جس کو وہ لکھ رہے ہیں (۴۷) سو آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار کیجئے اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جائیں جس نے اپنے رب کو غم کی حالت میں پکارا تھا (۴۸)

عبادت میں سجدہ کی فضیلت

پنڈلی سے پردہ اُٹھایا جائے گا جیسے کوئی اہم کام کرتے ہوئے شلوار کو پنڈلی سے اونچا کر لیا جاتا ہے یعنی قیامت کے دن اہم کام کیا جائے گا اور مجرموں کو سجدہ کرنے کیلئے بلایا جائے گا اور وہ سجدہ نہ کر سکیں گے، اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں بہت سے اقوال ملتے ہیں۔

حضرت ابو موسیٰ فرماتے ہیں "ساق" سے مراد نور عظیم ہے سب لوگ اس کے سامنے سجدے میں گر پائیں گے۔[1]

ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا جس دن ہمارا رب اپنی بے کیف ساق کھولے گا تو مسلمان مرد عورت اُسے سجدہ کریں گے، دکھاوے کی عبادت کرنے والے سجدہ کرنا چاہیں گے تو نہ کر سکیں گے۔[2]

1 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 23/195
2 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب یوم یکشف عن ساق الرقم 4919 ص 6/159

ایک تفسیر یہ ہے ساق سے مراد شدت ہے یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سخت اور ہولناک چیزوں کو کھول دے گا یہ تفسیر بھی کی گئی ہے اس سے مراد حجابات ہیں جن کو اللہ قیامت کے دن مومنین کیلئے کھول دے گا یہ تفسیر بھی کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مومنین سے سختیوں کو کھول دے گا اور وہ سجدۂ شکر بجالائیں گے۔[1]

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری روایت اس طرح ملتی ہے قیامت کے دن لوگ چالیس سال تک اللہ کے حضور کھڑے رہیں گے، اس وقت اللہ اپنی بے کیف ساق کو کھولے گا اور ان پر تجلی فرمائے گا۔[2]

کشف ساق کا محاورہ ہے جب کوئی سخت وقت آجاتا ہے تو وہی عرب یہ محاورہ استعمال کرتے ہیں، آج وہ سجدہ کرنے سے کیوں محروم ہیں؟ اس کی وجہ بتادی گئی جب وہ دنیا میں صحیح سالم تھے انہیں کہا گیا سجدہ کرو لیکن سجدہ کی توفیق نہ ہوئی، محبوب! آپ انہیں میرے سپرد کر دیں میں انسے نمٹ لوں گا آپ ان کے بارہ میں فکر مند نہ ہوں ہم انہیں برباد کی طرف لے جائیں گے کہ انہیں علم تک نہ ہو گا میں نے ابھی انہیں مہلت دے رکھی ہے، میری خفیہ تدبیر پختہ ہے، گناہوں کے باوجود یہ فخر سے پھر رہے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہمارے قابو سے باہر ہیں بظاہر یہ خطاب حضور سے ہے مگر مقصد منکرین سے پوچھنا ہے، تم جو میرے رسول کی بات نہیں سنتے ہو، مانتے نہیں ہو کیا میرا رسول تم سے کچھ مانگتا ہے جس کی وجہ سے تم بوجھل رہتے ہو یا تمہارے پاس کوئی غیبی خبر ہے کہ یہ اللہ کا رسول نہیں اگر کچھ نہیں تو پھر کیوں بھاگتے ہو۔ حضور ﷺ سے فرمایا گیا محبوب! ان کی سازشوں پر آپ صبر کریں اور اپنے رب کے فیصلہ کا انتظار کر لیا، یونس علیہ السلام کی طرح نہ ہو جائیں، جنہوں نے ہمارے حکم کا انتظار کئے بغیر اپنی قوم سے علیحدگی اختیار کر لی اور ان پر عذاب نازل ہونے میں جلدی کی جب اُس نے اللہ کو پکارا اور وہ غم سے بھرا ہوا تھا جب مچھلی نے انہیں نگل لیا تو آپ نے اپنے رب سے فریاد کی "لا الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین"[3]

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 اسماعیل بن عمر (المتوفی 744ھ)، تفسیر ابن کثیر، ص 8/216

2 محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی، ص 18/250

3 الانبیاء، 21:87

لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۲﴾ صدق اللہ العظیم

اگر ان کے رب کی طرف سے نعمت ان کا تدارک نہ کرتی تو وہ ضرور بُری حالت کے ساتھ چٹیل میدان میں ڈال دیئے جاتے (۴۹) پس اُن کے رب نے انہیں عزت والا بنایا اور ان کو صالحین میں سے کر دیا (۵۰) اور کفار سے بعد نہیں کہ وہ اپنی نظریں لگا کر آپ کو پھسلادیں گے وہ جب بھی قرآن سنتے ہیں تو کہتے ہیں یہ مخلوق ہے (۵۱) حالانکہ یہ تو تمام جہانوں کیلئے نصیحت ہے (۵۲)

جنات کی حقیقت

پچھلی آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ سے فرمایا گیا آپ صبر کیجئے اور اپنے رب کے حکم کا انتظار کیجئے، مچھلی والے سے مراد سیدنا یونس علیہ السلام ہیں جو اپنی قوم سے ناراض ہو کر اللہ تعالیٰ سے اجازت لئے بغیر چلے گئے تھے ان پر لازم تھا کہ اللہ تعالیٰ سے مسلسل رابطہ رکھتے لیکن ان پر جو اللہ تعالیٰ کی نعمت تھی اس نے اس بغیر اجازت چلے جانے کا تدارک کر دیا۔

نعمت سے مراد یہاں نبوت ہے،[1]

نعمت کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے اس سے مراد آپ کی سابقہ عبادات ہیں

یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ اس "نعمت" سے مراد آپ کا پکارنا ہے "لا الہ الا انت سبحانك انی كنت من الظالمین"

"نعمت" کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ اس سے مراد مچھلی کے پیٹ سے نکالنا ہے، ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے اگر اللہ کا فضل نہ ہوتا تو وہ قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے پھر اللہ نے ان کو پسندیدہ اور مختار بنادیا اور صالحین میں سے کر دیا اگر اللہ کا فضل ان پر نہ ہوتا تو انہیں چٹیل میدان میں ڈالا جاتا۔

---

1 علی بن محمد (المتوفی 450ھ)، تفسیر ماوردی، ص6/73

اگلی آیہ پاک میں حضور ﷺ کو کفار کی شدید دشمنی کی خبر دی گئی ہے، انہوں نے ارادہ کیا تھا کہ حضور ﷺ کو نظر لگادیں، قریش نے نظر اس طرح لگائی اور کہنے لگے ہم نے اس کی مثل کوئی آدمی نہیں دیکھا۔

کلبی نے کہا: عرب کا ایک شخص نظر لگاتا تھا کفار مکہ نے اس سے کہا کہ وہ حضور کو نظر لگائے اس نے حامی بھر لی لیکن اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اس کے شر سے محفوظ رکھا، تب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی آپ پر اسی لئے نظر لگاتے ہیں تا کہ آپ کو آپ کے بلند عظیم مقام سے گرادیں، جس پر اللہ رب العزۃ نے سرفرازی بخشی ہے ۔

قرآن مقدس کے متعلق کفار کے نظریات بدتھے اس کا جواب فرمایا قرآن تو تمام جہانوں کیلئے نصیحت ہے یہ تو اللہ تعالیٰ کی اُلوہیت اس کی توحید پر متنبہ کرتا ہے دین و دنیا کی کامیابی بتاتا ہے، فوز و فلاح کا سبق دیتا ہے پہلے انبیاء علیہم السلام کے واقعات بتاتا ہے اس کی فصاحت و بلاغت لاجواب ہے ایسی کتاب کو کہانی افسانہ کہنا جہالت و گمراہی کی واضح دلیل ہے۔

وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

سورۃ الحاقہ

اس سورۃ مبارکہ کے دو رکوع اور باون آیات ہیں۔الحاقہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔[1]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سورۃ الحاقہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔[2]

ابو برزہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ فجر کی نماز میں سورۃ الحاقہ اور اس جیسی سورتیں پڑھا کرتے تھے۔[3]

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام لانے سے پہلے میں ایک دن حضور کی تلاش میں نکلا، آپ مجھ سے پہلے مسجد میں جا چکے تھے میں آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا، آپ نے سوۃ الحاقہ پڑھنی شروع کر دی مجھے قرآن مجید کی عبادت سے بہت تعجب ہوا، میں نے دل میں کہا اللہ کی قسم یہ ضرور شاعر ہیں، تب آپ نے یہ آیات پڑھیں'' انه لقول رسول كريم وما هو بقول شاعر '' بے شک یہ قرآن رسول کریم کا قول ہے اور یہ کسی شاعر کا نہیں، میرے دل میں گزرا کہ کاہن ہیں میرے خیالات پر آگاہ ہو گئے تو حضور ﷺ نے یہ آیہ پڑھی ''ولا بقول كاهن '' آپ ﷺ نے آخر تک سورۃ الحاقہ پڑھی۔اس واقعہ سے اسلام کی صداقت میرے دل میں بیٹھ گئی۔[4]

اس سورت میں اللہ نے قسم اٹھا کر یہ بتایا کہ یہ قرآن اللہ کی وحی ہے کسی شاعر کا کلام نہیں اس سورۃ میں بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دمن مومنین اور کفار کے حالات مختلف ہوں گے، اس سورۃ میں بتایا گیا ہے مومنین کے دائیں ہاتھوں میں اعمال نامے ہوں گے اور کفار کے بائیں ہاتھوں میں۔اس سورۂ پاک میں حضور ﷺ کو مشکلات پر صبر کی تلقین کی گئی ہے، اس میں قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر ہے اور قیامت کے جھٹلانے والوں کو ڈرایا گیا ہے، اس سورت میں کفار مکہ کو پہلی قوموں کی بربادی اور تباہی کے واقعات بیان کر کے ڈرایا گیا ہے۔

---

1 حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ)، تفسیر بغوی، ص 5/ 142
عبد الرحمن بن علی (المتوفی 597ھ)، تفسیر زاد المسیر، ص 4/ 327
محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 23/ 205

2 عبد الرحمن بن ابی بکر (المتوفی 911ھ) تفسیر در منثور، ص 8/ 263

3 عبد الرحمن بن ابی بکر (المتوفی 911ھ)، تفسیر در منثور، ص 8/ 263

4 عبد الرحمن بن ابی بکر (المتوفی 911ھ)، تفسیر در منثور، ص 8/ 263

وَصلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان رحم فرمانے والا ہے

اَلْحَآقَّةُ ۙ﴿۱﴾ مَا الْحَآقَّةُ ۚ﴿۲﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا
الْحَآقَّةُ ﴿۳﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ
﴿۴﴾ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ﴿۵﴾ وَاَمَّا
عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ
﴿۶﴾ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ
اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ
كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ﴿۷﴾ فَهَلْ تَرٰى
لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴿۸﴾ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ
قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ﴿۹﴾ فَعَصَوْا
رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ﴿۱۰﴾

صدق الله العظيم

وہ ہو کر رہنے والی ہے ضرور واقع ہونے والی (۱) کیا
چیز ہے ضرور واقع ہونے والی (۲) توآپ کیا جانتے
ہیں (۳) ثمود اور عاد نے اس کھڑ کھڑانے والی کو
جھٹلایا (۴) ثمود کو تو ایک چنگھاڑ سے ہلاک کر دیا گیا
(۵) رہے عاد تو ان کو گرجتی ہوئی تیز آندھی سے
ہلاک کر دیا گیا (۶) (اللہ نے) اس آندھی کو ان پر
مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن تک مسلط رکھا (اے
مخاطب) تم دیکھتے ہو کہ یہ لوگ زمین پر کھجور کے
کھوکھلے تنوں کی طرح گر گئے (۷) کیا اب تمہیں
ان میں سے کوئی باقی نظر آتا ہے (۸) اور فرعون اور
اس سے پہلے لوگ اور وہ جن کی بستیاں الٹ دی گئی
تھیں انہوں نے گناہ کئے (۹) سو انہوں نے اپنے
رب کے رسول کی نافرمانی کی تو اللہ نے انہیں شدید
پکڑ میں لے لیا (۱۰)

قیامت کے دن کی سختیاں

قیامت کو "الحاقہ" فرمایا گیا کہ قیامت کے دن ہر چیز کی حقیقت واضح ہو جائے گی، اس لحاظ سے بھی الحاقہ فرمایا گیا کہ قیامت برحق ہے اور یقینی ہے "الحاقہ" اس حادثہ کو بھی کہتے ہیں جس کے جھٹلانے والا کوئی نہ ہو

، قیامت ایسا حقیقی واقعہ ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا، اس لحاظ سے بھی "الحاقہ" کہا گیا کہ اللہ کے کلمات کا برحق ہونا واضح ہو جائے گا قیامت کی ہولناکیاں ایسی ہیں کہ کسی کی سوچ وہاں تک نہیں پہنچ سکتی اہل مکہ کو ثمود اور عاد کی تباہی بتا کر ڈرایا جا رہا ہے کہ انہوں نے قیامت کو جھٹلایا تھا تو برباد ہو گئے تم بھی ایسا ہی کرو گے تو برباد ہو جاؤ گے تم پر بھی عذاب نازل ہو گا۔[1]

قوم ثمود کی ہلاکت ایک زبردست چنگھاڑ سے ہوئی، " طاغیه " کا معنی چنگھاڑ بھی کیا گیا ہے اور بجلی کی کڑک بھی اور قوم عاد کی بربادی ایک تند و تیز سخت آندھی سے ہوئی۔[2]

"صرصر" کا معنی شدید ٹھنڈی ہوا بھی کیا گیا ہے، یہ حد سے متجاوز تھی اور یہ آندھی اُن پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن تک مسلط رہی اور یہ آندھی اُن کے روح اور جسم کا رشتہ کاٹنے والی تھی، اس آندھی نے ان کی ہر خیر اور برکت کو جڑ سے کاٹ دیا تھا اور یہ لوگ زمین پر کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح گر گئے۔[3]

یہ معنی بھی کیا گیا ہے آندھی ان کے مونہوں کے راستہ سے ان کے جسموں میں داخل ہوئی اور جسم کے تمام اعضاء کاٹ دیئے۔[4]

ابن جریج کہتے ہیں وہ سات راتیں اور آٹھ دن عذاب میں مبتلا رہے اور آٹھویں دن کی شام کو مر گئے پھر آندھی نے انہیں اُٹھا کر سمندر میں پھینک دیا اور ان کا نام و نشان ختم ہو گیا، ثمود و عاد کی بربادی کے بعد فرعون کی بربادی کا ذکر فرمایا گیا کہ انہوں نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی تو اللہ نے انہیں شدید پکڑ میں لے لیا۔[5]

یہاں "رسول" سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں یا حضرت لوط علیہ السلام ہیں۔[6]

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 الواقعہ، 2:56

2 محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی، ص18/ 258

3 مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص4/ 421

4 محمد بن عمر (المتوفی 606ھ)، تفسیر کبیر، ص30/ 623
عبد الرحمن بن ابی بکر (المتوفی 911ھ)، تفسیر در منثور، ص8/ 266
عبد الرحمن بن محمد (المتوفی 327ھ)، تفسیر ابن ابی حاتم

5 محمد بن عمر (المتوفی 606ھ)، تفسیر کبیر، ص30/ 623

6 عبد الحق بن غالب (المتوفی 542ھ)، تفسیر المحرر الوجیز (ابن عطیہ) ص5/ 358

إِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ
١١ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ أُذُنٌ
وَّاعِيَةٌ ١٢ فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ
وَّاحِدَةٌ ١٣ وَّحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ
فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ١٤ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ
الْوَاقِعَةُ ١٥ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ
يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ١٦ وَّالْمَلَكُ عَلٰى أَرْجَآئِهَا
وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ
ثَمٰنِيَةٌ ١٧ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى
مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ١٨ صدق اللہ العظیم

جب پانی میں طغیانی آگئی تو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کر دیا (۱۱) تا کہ ہم اس کو تمہارے لئے نصیحت بنا دیں اور حفاظت کرنے والے کان اس کو محفوظ رکھیں (۱۲) تو جب صور میں ایک پھونک پھونکی جائے گی (۱۳) اور زمینوں اور پہاڑوں کو اُٹھا لیا جائے گا تو وہ ایک ہی ضرب سے ریزہ ریزہ کر دئے جائیں گے (۱۴) پس اُس دن واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی (۱۵) اور آسمان پھٹ جائے گا اور اس دن وہ بالکل کمزور ہو گا (۱۶) اور فرشتہ اس کے کناروں پر ہو گا اور اس دن آپ کے رب کے عرش کو آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوں گے (۱۷) اس دن تم سب پیش کئے جاؤ گے تم میں سے کوئی چھپنے والا چھپ نہیں سکے گا (۱۸)

صورِ اسرافیل

اس آیہ کریمہ میں اپنی کے طوفان سے برباد ہونے والی قوم کا ذکر فرمایا گیا حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اللہ کے غضب سے وہ پانی فرشتوں کی طاقت سے باہر ہو گیا۔[1]

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ پانی ہر چیز سے پندرہ ہاتھ اونچا ہو گیا۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نوح علیہ السلام کے زمانہ میں وہ پانی محافظ فرشتوں کی طاقت سے باہر ہو گیا۔[3]

1 علی بن محمد (المتوفی 450ھ)، تفسیر ماوردی، ص6/ 79
2 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص23/ 219
3 علی بن محمد (المتوفی 450ھ)، تفسیر ماوردی، ص6/ 79

ان واقعات کو بیان کرنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ پچھلی امتوں پر کس طرح عذاب نازل ہوتا رہا تھا۔ کفار مکہ کو بتایا جارہا ہے کہ تم رسول اللہ کی نافرمانی سے بچو تاکہ عذاب الٰہی سے بچ سکو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی قوم کے مومنوں کو نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار کر کے طوفان سے نجات دی۔آیہ مبارکہ میں ہے کہ ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کیا، یہ ارشاد مکہ کے کفار کو ہو رہا ہے حالانکہ یہ لوگ تو اس وقت موجود ہی نہ تھے پھر انہیں سوار کیسے کیا، معنی یہ ہو گا کہ کفار قریش کے باپ دادا اس وقت ان لوگوں کی پشتوں میں تھے جن کو کشتی پر سوار کیا گیا تھا، اس لئے یہ احسان کفار و قریش پر بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی قوم کے کفار کو غرق کر دیا اور مومنوں کو نجات دی تاکہ یہ واقعہ تمہارے لئے عبرت بن سکے اور حفاظت کرنے والے کان اس نشانی کو یاد رکھیں۔ اگلی آیہ پاک میں قیامت کے ہولناک منظر کا ذکر فرمایا گیا! جب صور پھونکی جائے گی، زمینوں اور پہاڑوں کو اٹھالیا جائے گا تو وہ ایک ہی ضرب سے ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، زمینوں اور پہاڑوں کو اٹھانے سے مراد زلزلہ ہے، جو قیامت کے دن آئے گا یا اس سے مراد زبردست آندھی ہے، جو زمینوں اور پہاڑوں کو اٹھائے گی پھر ان پر ضرب لگائی جائے گی، جس سے ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔اس دن قیامت واقع ہو جائے گی اور آسمان پھٹ جائے گا اور کمزور ہو جائے گا جب آسمان پھٹ جائے گا تو فرشتے آسمان کے پھٹنے کی ہر جگہ سے انحراف کریں گے اس دن کی ایک عظیم صورت کا ذکر اس طرح فرمایا گیا کہ عرش کو آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوں گے۔

حسن بصری فرماتے : ہیں مجھے پتہ نہیں یہ فرشتے آٹھ ہوں گے یا آٹھ ہزار ہوں گے اس دن کی ایک اور کیفیت کا ذکر فرمایا گیا اس دن کوئی چھپنے والا چھپ نہیں سکے گا۔[1]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۚ﴿۱۹﴾ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ۚ﴿۲۰﴾ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۙ﴿۲۱﴾ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ﴿۲۲﴾ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ

جس کو اس کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ مین دیا جائے گا وہ کہے گا آؤ میرا نامہ اعمال پڑھو (۱۹) مجھے یقین تھا کہ میں نے اپنے حساب سے ملنا ہے (۲۰) پس وہ پسندیدہ زندگی میں ہو گا (۲۱) بلند جنت میں (۲۲) جس کے

1 محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی، ص 18/266

۝٢٣ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝٢٤ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۝٢٥ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۝٢٦ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۝٢٧ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ۝٢٨ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ۝٢٩

پھلوں کے خوشے جھکے ہوئے ہیں (۲۳) مزے سے کھاؤ اور پیو ان نیک کاموں کے بدلہ میں جو تم نے گزشتہ ایام میں بھیجے تھے (۲۴) اور وہ جس کو اس کا نامہ عمل اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا : کاش ! مجھے میرا نامہ اعمال دیا ہی نہ جاتا (۲۵) اور مجھے ! معلوم نہ ہوتا کہ میرا کیا حساب ہے (۲۶) کاش ! وہی (موت) میرا کام تمام کر دیتی (۲۷) میرا مال میرے کسی کام نہ آیا (۲۸) میرا غلبہ جاتا رہا (۲۹)



نامۂ اعمال

رب قدوس کے سامنے مخلوق کو حساب کیلئے پیش کیا جائے گا، حضرت ابو موسیٰ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن لوگوں کو تین مرتبہ پیش کیا جائے گا پہلی مرتبہ جواب طلبی ہو گی، دوسری مرتبہ وہ اپنے عذر پیش کریں گے، تیسری مرتبہ ان کے نامہائے اعمال ان کے ہاتھوں میں دئے جائیں گے، نیک شخص کے دائیں ہاتھ میں اور برے کے بائیں ہاتھ میں۔ دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال والا کہے گا آؤ میرا نامہ اعمال پڑھو، دائیں ہاتھ والا کہے گا مجھے یقین تھا کہ میں نے اپنے حساب سے ملنا ہے یعنی میرا گمان تھا میرا حساب ہو گا اور اللہ میرے گناہوں پر گرفت فرمائے گا پھر اللہ نے اپنے فضل سے مجھے معاف فرما دیا اور گناہوں پر سزا نہیں دی۔ [1]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندے کو کھڑا کرے گا پھر اس کو اس کے نامہ اعمال کے گناہ دکھائے گا پھر بندہ اپنے گناہوں کا اقرار کرے گا تو رب قدوس فرمائے گا میں تجھے رسوا نہیں کر رہا تو اس وقت وہ بندہ یہ آیہ پڑھے گا "ھاؤم اقرؤا کتابیہ" [2]

حضرت ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن مجھے سب سے پہلے سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی، سب سے پہلے سجدہ سے سر اٹھانے کی اجازت دی جائے گی پھر میں اُمتوں کو دیکھوں گا اور اپنی اُمت کو ہاتھ پاؤں کی

1 محمد بن یزید (المتوفی 273ھ)، سنن ابن ماجه، باب الرقم 4277 ص 2/ 1430

2 عبدالرحمن بن محمد (المتوفی 327ھ)، تفسیر ابن ابی حاتم، ص 10/ 3371

سفیدی کی وجہ سے پہچان لوں گا دوسری اُمت کوئی اس طرح نہیں ہو گی اس طرح پہچان لوں گا کہ ان کے دائیں ہاتھوں میں اعمال نامے ہوں گے یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے ہمیشہ جوان رہیں گے کبھی بوڑھے نہیں ہوں گے ان کیلئے پھلوں کے خوشے جھکے ہوئے ہیں انہیں حکم ہو گا مزے سے کھاؤ پیو، یہ تمہارے ان نیک کاموں کے عوض ہے جو تم نے گزشتہ دنوں بھیجے تھے۔[1]

کفار و مشرکین اپنے نامہ اعمال میں بُرے کام دیکھیں گے تو شرم سار ہوں گے اور کہیں گے کاش! ہمیں عذاب دیا جاتا اور ہمارے برے کام دکھا کر شرمندہ نہ کیا جاتا، کافر کہے گا کاش! موت ہی میرا کام تمام کر دیتی اور مجھے فارغ کر دیتی تو میں محشر میں نہ آتا، کافر کہے گا میرا مال میرے کسی کام نہ آیا جب میرا مال ہی کام نہ آیا تو اور دوسری کون سی شے ہے جو میرے کام آئے گی کافر کہے گا میرا غلبہ جاتا رہا، میرا ملک، میرا مال، میرا اختیار میرے کسی کام نہ آیا اور میں ذلیل ہو گیا۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۳۴﴾ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿۳۵﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿۳۶﴾ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ﴿۳۷﴾

صدق اللہ العظیم

اسے پکڑو پھر اسے طوق پہنا دو (۳۰) پھر اُسے دوزخ میں جھونک دو (۳۱) پھر اس کو ستر ہاتھ کی زنجیر میں جکڑ دو (۳۲) بے شک! یہ بڑی عظمت والے اللہ پر ایمان نہیں لاتا تھا (۳۳) اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا (۳۴) آج یہاں اس کا نہ کوئی دوست ہے (۳۵) اور نہ ہی دوزخیوں کی پیپ کے سوا کوئی طعام ہے (۳۶) جس کو گناہگاروں کے سوا کوئی نہیں کھائے گا (۳۷)

1 احمد بن حنبل (المتوفی 241ھ)، مسند احمد، باب حدیث ابی الدرداء الرقم 21737 ص 36/64

ایمان نہ لانے کی سزا

پہلی آیات مبارکہ میں مومنین کے اجر کا ذکر فرمایا گیا کہ وہ جنت میں رہیں گے عمدہ کھانا کھائیں گے پھر کفار کو زنجیروں سے جکڑنے کا ذکر فرمایا گیا اب اس آیہ پاک میں محافظین کے اقوال کا ذکر فرمایا گیا کہ وہ کہیں گے انہیں پکڑ لو تو فرشتے ان کی طرف جھپٹ پڑیں گے اور انہیں طوق ڈال دیا جائے گا پھر کہا جائے گا اس کو دوزخ میں ڈال دو، دوزخ کے جس طبقہ میں ڈالا جائے گا یہ آگ کا سب سے بڑا طبقہ ہے چونکہ یہ دنیا میں بڑا بنتا تھا متکبر تھا اس لئے آج آگ کے بڑے طبقہ میں ڈالا جا رہا ہے۔

ستر ہاتھ کی زنجیر سے جکڑنے کا یہ معنی ہے کہ لمبی زنجیر سے جکڑ دو، یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ ایک ہی لمبی زنجیر کے ساتھ سارے دوزخیوں کو جکڑ دیا جائے گا۔ اس صورت میں عذاب زیادہ ہو گا۔[1]

اگلی آیات پاک میں اس مجرم کی سزا کی وجہ بیان فرمائی جا رہی ہے پہلی بات یہ کہ یہ شخص بڑی عظمت والے خدا کا انکار کرتا تھا دوسری وجہ یہ کہ یہ شخص مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا تھا۔ معلوم ہوا مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہ دینا بھی بڑا جرم ہے تو مسکین کو کھانا نہ کھلانا کتنا بڑا جرم ہو گا اس کے پہلے جرم کو ذکر کرنے میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی عبادت کا مستحق ہے، جس نے اللہ کے غیر کی عبادت کی وہ عذاب کا مستحق ہے۔ سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیوی کو ترغیب دیا کرتے تھے کہ سالن میں شوربا زیادہ بناؤ تاکہ مسکینوں کو کھانا کھلایا جا سکے۔[2]

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ صاحب عظمت پر ایمان لانے کی وجہ سے اللہ نے ہمیں نصف عذاب سے نجات دے دی ہے۔ اے ام درداء ! تم مسکینوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیا کرو۔[3]

قیامت کے دن ایسے مجرم کا نہ کوئی دوست ہو گا نہ غمگسار کہ عذاب کو دور کر سکے دوزخ میں ان مجرموں کا کھانا "غلسین" ہو گا وہ دوزخیوں کے جسم سے بہنے والی پیپ اور خون ہے، ان گناہ گاروں سے مراد کفار و مشرکین ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص10/ 31

2 محمد بن عمرو (المتوفی 538ھ)، تفسیر زمخشری، ص4/ 605

محمد بن عمر (المتوفی 606ھ)، تفسیر کبیر، ص30/ 632

3 عبد الرحمن بن ابی بکر (المتوفی 911ھ)، تفسیر در منثور، ص8/ 274

فَلَآ اُقۡسِمُ بِمَا تُبۡصِرُوۡنَ ۝۳۸ وَمَا لَا
تُبۡصِرُوۡنَ ۝۳۹ اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ۝۴۰ وَّمَا
هُوَ بِقَوۡلِ شَاعِرٍ‌ؕ قَلِيۡلًا مَّا تُؤۡمِنُوۡنَ ۝۴۱ وَلَا
بِقَوۡلِ كَاهِنٍ‌ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَذَكَّرُوۡنَ ۝۴۲ تَنۡزِيۡلٌ
مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝۴۳ وَلَوۡ تَقَوَّلَ عَلَيۡنَا
بَعۡضَ الۡاَقَاوِيۡلِ ۝۴۴ لَاَخَذۡنَا مِنۡهُ بِالۡيَمِيۡنِ
۝۴۵ ثُمَّ لَقَطَعۡنَا مِنۡهُ الۡوَتِيۡنَ ۝۴۶ فَمَا مِنۡكُمۡ مِّنۡ
اَحَدٍ عَنۡهُ حٰجِزِيۡنَ ۝۴۷ وَاِنَّهٗ لَتَذۡكِرَةٌ لِّلۡمُتَّقِيۡنَ
۝۴۸ وَاِنَّا لَنَعۡلَمُ اَنَّ مِنۡكُمۡ مُّكَذِّبِيۡنَ ۝۴۹ وَاِنَّهٗ
لَحَسۡرَةٌ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ۝۵۰ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الۡيَقِيۡنِ
۝۵۱ فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ ۝۵۲

صدق اللہ العظیم

تو میں ان چیزوں کی قسم اٹھاتا ہوں جن کو تم دیکھتے ہو (۳۸) اور ان چیزوں کی جن کو تم نہیں دیکھتے (۳۹) بے شک یہ (قرآن) ضرور رسول کریم کا قول ہے (۴۰) اور یہ کسی شاعر کا قول نہیں تم بہت کم ایمان لاتے ہو (۴۱) اور نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے تم بہت کم سمجھتے ہو (۴۲) یہ رب العالمین کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے (۴۳) اور اگر وہ رسول اپنی طرف سے کوئی بات بنا کر ہماری طرف منسوب کرتے (۴۴) تو ہم یقیناً پکڑ لیتے ان کو داہنے ہاتھ سے (۴۵) پھر سختی کے ساتھ کاٹ ڈالتے ہم ان کی رگ جان کو (۴۶) پس تم میں سے کوئی بھی اس سے ہم کو روکنے والا نہ ہوتا (۴۷) اور بے شک یہ (قرآن) اللہ سے ڈرنے والوں کیلئے ضرور نصیحت ہے (۴۸) اور بے شک ہم ضرور جانتے ہیں کہ تم میں سے کچھ لوگ جھٹلانے والے ہیں (۴۹) اور بے شک یہ (قرآن) کافروں کیلئے باعث حسرت ہے (۵۰) بے شک یہ ضرور حق الیقین ہے (۵۱) سو آپ اپنے رب کے نام کی تسبیح پڑھیئے (۵۲)

کیا حضور شاعر تھے؟

ان آیات مبارکہ کا شان نزول یہ ہے: ولید بن مغیرہ نے حضور ﷺ کے بارہ میں کہا یہ جادو گر ہیں، ابو جہل نے کہا یہ شاعر ہیں، عقبہ نے کہا آپ کاہن ہیں، رب قدوس جل مجدہٗ نے ان تمام مجرموں کے در میں یہ آیات نازل فرمائیں اور قسم اٹھا کر فرمایا یہ رسول کریم ہیں، جادو گر کاہن یا شاعر نہیں۔[1]

1 علی بن محمد (المتوفی 450ھ)، تفسیر ماوردی، ص 6/85
محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی، ص 18/274

اگلی آیہ مبارکہ میں فرمایا اگران پر وحی نہ کی جاتی اور بغیر اس کے کسی کلام کو ہماری طرف منسوب کرتے تو ہم ان کا دایاں ہاتھ کاٹ دیتے اور پھر ان کی شاہ رگ کو کاٹ دیتے۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں دیاں ہاتھ کاٹنے سے مراد پوری قوت سے پکڑنا ہے اس کے بعد فرمایا پھر تم میں سے کوئی بھی اُن کو بچانے والا نہ ہوتا۔

آیہ مبارکہ کا خلاصہ یہ ہے اگر یہ ہمارے بھیجے ہوئے نہ ہوتے تو ہم پوری قوت سے پکڑتے ہلاک کرتے ایسا نہیں ہوا تو پتہ چلا یہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ قرآن مقدس کے بارہ میں فرمایا یہ ڈرنے والوں کیلئے ضرور نعمت ہے اس سے پہلی آیات مبارکہ میں ارشاد تھا کہ قرآن جادو نہیں، شعر نہیں کہانت نہیں، اب فرمایا جارہا ہے یہ ڈرنے والوں کیلئے نصیحت ہے یہ نصیحت تو سبھی کیلئے ہے ڈرنے والوں کا ذکر اس لئے کہ اس سے فائدہ وہی اٹھاتے ہیں جو خدا سے ڈرتے ہیں۔

خدا سے ڈرنے والوں کے ذکر کے بعد فرمایا کچھ لوگ قرآن پاک کو جھٹلانے والے ہیں جو لوگ خدا سے دور رہے، خدا کا انکار کرتے رہے دنیا کے لہو و لعب میں پھنسے رہے وہ قرآن مجید سے فائدہ حاصل نہیں کر سکیں گے اور یہ قرآن پاک کفار کیلئے باعث حسرت ہے۔ کفار قیامت کے دن افسوس کریں گے جب مسلمان قرآن مجید کی تصدیق کرنے کے باعث جنت میں جائیں گے، قرآن کریم حق ہے سراسر یقین ہے اس میں قطعی کسی قسم کا شک نہیں آپ اپنے رب کی تسبیح پڑھیئے، انعامات الٰہیہ کا شکر ادا کیجئے آپ کو اللہ نے صاحب وحی بنایا۔

جب یہ آیہ کریمہ "فسبح باسم ربك العظيم" نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا اس کو اپنے رکوع میں کر لو اور جب یہ آیہ کریمہ ''سبح باسم ربك الاعلیٰ'' نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے سجدہ میں کر لو۔[1]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 سلیمان بن اشعث (المتوفی275ھ)، سنن ابوداؤد، باب ما يقول الرجل فی رکوعه الرقم869ص1/ 230
محمد بن یزید (المتوفی273ھ)، سنن ابن ماجه، باب التسبيح في الركوع والسجود الرقم881ص1/ 287

سورۃ المعارج

یہ سورۃ پاک مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس کی ۴۴ آیات ہیں اور دو رکوع ہیں۔[1]

اس میں مسلمانوں کے نیک اوصاف کا ذکر فرمایا گیا ہے جن کی وجہ سے وہ مشرکین سے ممتاز ہیں، اور کفار و مشرکین کی طرف سے اذیتوں، دکھوں پر صبر و تحمل کا درس دیا گیا ہے نیز اس سورۃ پاک میں اللہ تعالیٰ کے جلال کا ذکر ہے، دوزخ کی ہولناکیوں کا ذکر ہے اور بتایا گیا ہے دوزخ کا عذاب کس وجہ سے ملتا ہے۔

اس سورۃ پاک میں قیامت کے واقع ہونے کو ثابت کیا گیا ہے اور کفار کو اس ہولناک دن سے ڈرایا گیا ہے، کفار کے مقابلہ میں مومنین کے نیک اعمال کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کی وجہ سے اللہ انہیں قیامت کے دن فضل سے نوازے گا۔ اس سورۃ پاک میں بتایا گیا ہے اگر ہم کفار کو ان کی بداعمالیوں کے باعث ہلاک کر دیں گے تو دنیا غیر آباد نہیں ہو جائے گی بلکہ ان کی جگہ ایسے لوگوں کو لے آئیں گے جو اپنے حسن عمل کے سبب دنیا کو سنوار دیں گے، کفار جو کہتے تھے قیامت نہیں ہے اگر کوئی شے ہے تو لاؤ دکھاؤ انہیں بتایا گیا ہے قیامت کا واقع ہونا یقینی عمل ہے۔

اس سورۃ پاک میں بتایا گیا ہے انسان کی اصلاح کیلئے عبادات کی پابندی، دیانت و امانت کی حفاظت، قیامت پر ایمان، ایسے اصول ہیں جن سے انسانیت کا حسن نکھر جاتا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ① لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ② مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ③ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ

(ایک) سائل نے (روز قیامت کے) عذاب کا مطالبہ کیا جو واقع ہونے والا ہے (۱) اور کافروں سے اس (عذاب) کو کوئی دور کرنے والا نہیں (۲) (وہ عذاب

1 نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر سمرقندی، ص 3/ 494
احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص 10/ 34

كَانَ مِقۡدَارُهٗ خَمۡسِيۡنَ اَلۡفَ سَنَةٍ
﴿۴﴾ فَاصۡبِرۡ صَبۡرًا جَمِيۡلًا ﴿۵﴾ اِنَّهُمۡ يَرَوۡنَهٗ
بَعِيۡدًا ﴿۶﴾ وَّنَرٰىهُ قَرِيۡبًا ﴿۷﴾ يَوۡمَ تَكُوۡنُ
السَّمَآءُ كَالۡمُهۡلِ ﴿۸﴾ وَتَكُوۡنُ الۡجِبَالُ
كَالۡعِهۡنِ ﴿۹﴾ وَلَا يَسۡـَٔلُ حَمِيۡمٌ حَمِيۡمًا ﴿۱۰﴾
يُّبَصَّرُوۡنَهُمۡ ؕ يَوَدُّ الۡمُجۡرِمُ لَوۡ يَفۡتَدِىۡ
مِنۡ عَذَابِ يَوۡمِئِذٍۢ بِبَنِيۡهِ ﴿۱۱﴾ وَصَاحِبَتِهٖ
وَاَخِيۡهِ ﴿۱۲﴾ وَفَصِيۡلَتِهِ الَّتِىۡ تُـــْٔوِيۡهِ ﴿۱۳﴾ وَمَنۡ
فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا ۙ ثُمَّ يُنۡجِيۡهِ ﴿۱۴﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهَا
لَظٰى ﴿۱۵﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ﴿۱۶﴾

صدق اللہ العظیم

)اللہ کی طرف سے ہو گا جو (آسمانی) سیڑھیوں کا مالک ہے (۳) فرشتے اور جبریل اس کی طرف چڑھتے ہیں (وہ عذاب)اس دن ہو گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے (۴) سو آپ صبر جمیل کریں (۵) بے شک وہ اس عذاب کو دور گمان کرتے ہیں (۶) اور ہم اس کو نزدیک جانتے ہیں (۷) جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا (۸) اور پہاڑ اُون کی طرح ہو جائیں گے (۹) اور کوئی دوست کسی دوست کو نہیں پوچھے گا (۱۰) (حالانکہ)اُن سب کو دکھائے جائیں گے ، مجرم تمنا کرے گا کاش وہ اس دن کے عذاب سے نجات کے بدلہ میں اپنے بیٹوں کا فدیہ دے (۱۱) اپنی بیوی اور بھائی کا (۱۲) اور اپنے اس رشتہ دار کا جو دنیا میں اس کو پناہ دیتا تھا (۱۳) اور زمین کے تمام لوگوں کا پھر یہ فدیہ اس کو (عذاب سے) نجات دے دے ؟ (۱۴) ہر گز نہیں ! وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے (۱۵) وہ کھال اُتارنے والی ہے (۱۶)

یہ سورۃ اور خشیت عمرؓ

جب حضور ﷺ نے کفار و مشرکین کو عذاب سے ڈرایا، قیامت یاد دلائی تو کفار نے ایک دوسرے سے کہا ! اگر محمد (ﷺ) سچے ہیں تو پوچھو وہ عذاب آئے گا کب ؟ یہ پوچھنے والا بندہ نضر بن حارث تھا اس نے کہا تھا ! اگر یہ عذاب برحق ہے تو ہم پر پتھر برسا دے۔[1]

1 محمد بن جریر(المتوفی310ھ)، تفسیر طبری، ص11/145
مقاتل بن سلیمان(المتوفی150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص4/435

امام رازی علیہ الرحمہ نے یہ واقعہ اس طرح بیان کیا ہے، کہ حضور ﷺ نے کفار کے عذاب کو جلد طلب کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو عذاب کفار پر آنے والا ہے اُسے کوئی ٹال نہیں سکتا اور عذاب اللہ کی طرف سے ہو گا جو آسمانی سیڑھیوں کا مالک ہے یعنی بلند درجات، فضائل اور نعمتوں کا مالک ہے۔[1]

"المعارج" سے مراد قرب کے درجات ہیں، جنت میں بالا خانے بھی مراد ہیں جو اولیاء کیلئے بنائے گئے ہیں۔ المعارج کی ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ اس سے مراد قرب کے درجات ہیں، جن کی کیفیت نامعلوم ہے ان درجات پر انبیاء ملائکہ اولیاء فائز ہوتے ہیں۔ فرشتے اور جبریل اس کی طرف چڑھتے ہیں۔ وہ عذاب اُسی دن واقع ہو گا، جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔

آیہ مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہو گا اس ارشاد کی تائید ایک حدیث پاک سے بھی ملتی ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا چاندی سونے کی زکوٰۃ نہ دینے والا قیامت کے دن اس طرح عذاب میں مبتلا ہو گا کہ اُسے بلایا جائے گا اور پھر اس کی پیشانی اور پیٹھ کو داغا جائے گا۔[2]

جو دن پچاس ہزار سال کے برابر ہے، اس دن یہ عمل مسلسل ہوتا رہے گا دن کی یہ مقدار صرف کفار کیلئے ہو گی، مومنین کیلئے قیامت کے دن کی مقدار صرف اتنی ہو گی جتنی مقدار ظہر اور عصر کے درمیان ہوتی ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے قسم اُٹھا کر فرمایا مومن پر یہ دن خفیف ہو گا کفار و مشرکین کی طرف سے حضور ﷺ کو مشکلات و مصائب پر صبر جمیل کا حکم دیا گیا ہے۔[3]

کفار عذاب کو دور دیکھتے ہیں یعنی ان کے نزدیک عذاب کا آنا ناممکن ہے اور ہم قریب دیکھتے ہیں کہ ہر ہونے والا کام نزدیک ہوتا ہے، اس دن کی ہیبت فرمائی گئی آسمان پگھلے تانبے کی طرف ہو جائے گا اور پہاڑ رائی کی طرح اور کوئی دوست کسی دوست کو نہیں پوچھے گا، مجرم تنہا کہے گا کاش اس دن کے عذاب سے نجات کیلئے ہدیہ میں اولاد، بیوی، بھائی اور زمین کے تمام لوگ فدیہ دے دیا جائیں اور یہ نجات پا جائے مگر ایسا نہیں ہو سکے گا وہ عزاب بھڑکتی آگ ہے جو اس کی کھال اُتار دے گی۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 محمد بن عمر (المتوفی 606ھ)، تفسیر کبیر، ص 30/ 637

2 عبد الرحمن بن محمد (المتوفی 327ھ)، تفسیر ابن ابی حاتم، ص 6/ 1790
محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 11/ 431

3 حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ)، تفسیر بغوی، ص 8/ 221
محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 23/ 253

تَدۡعُوۡا مَنۡ اَدۡبَرَ وَتَوَلّٰی ﴿۱۷﴾ وَجَمَعَ فَاَوۡعٰی ﴿۱۸﴾ اِنَّ
الۡاِنۡسَانَ خُلِقَ هَلُوۡعًا ﴿۱۹﴾ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ
جَزُوۡعًا ﴿۲۰﴾ وَّاِذَا مَسَّهُ الۡخَیۡرُ مَنُوۡعًا ﴿۲۱﴾ اِلَّا
الۡمُصَلِّیۡنَ ﴿۲۲﴾ الَّذِیۡنَ هُمۡ عَلٰی صَلَاتِهِمۡ
دَآئِمُوۡنَ ﴿۲۳﴾ وَالَّذِیۡنَ فِیۡۤ اَمۡوَالِهِمۡ حَقٌّ مَّعۡلُوۡمٌ
﴿۲۴﴾ لِّلسَّآئِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ ﴿۲۵﴾ وَالَّذِیۡنَ یُصَدِّقُوۡنَ
بِیَوۡمِ الدِّیۡنِ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِیۡنَ هُمۡ مِّنۡ عَذَابِ
رَبِّهِمۡ مُّشۡفِقُوۡنَ ﴿۲۷﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمۡ غَیۡرُ
مَاۡمُوۡنٍ ﴿۲۸﴾

صدق اللہ العظیم

وہ اس کے بلائے گی جس نے (حق سے) پیٹھ پھیری اور اعرض کیا (۱۷) اور جس نے (مال) جمع کیا اور حفاظت کی (۱۸) بے شک انسان کم حوصلہ پیدا کیا گیا ہے (۱۹) جب اس پر مصیبت آئے تو گھبرا جاتا ہے (۲۰) اور جب اُسے نفع پہنچے تو بخل کرتا ہے (۲۱) سوا اُن کے جو نماز پڑھنے والے ہیں (۲۲) ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں (۲۳) اور جن لوگوں کے مالوں میں مقرر حق ہے (۲۴) سوال کرنے والوں کا اور (سوال سے) بچنے والوں کا (۲۵) اور جو لوگ قیامت کے دن ایمان لاتے ہیں (۲۶) اور جو لوگ اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں (۲۷) بے شک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں (۲۸)

مومنوں کی شفاعت

اس آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا دوزخ کی آگ زبان حال سے پکارے گی اے کافر میرے پاس آ، اے مجرم ! میرے پاس آ، دوزخ کے پکارنے کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ دوزخ کے فرشتے پکاریں گے جن لوگوں نے مال جمع کیا اور اُس سے حق ادا نہ کئے مال پر حریص رہے، مال کی محبت میں ڈوبے رہے، گناہوں نافرمانیوں میں زندگی گزار دی۔

آیہ مبارکہ میں مال جمع کرنے کا بھی ذکر فرمایا گیا، اس جمع کرنے سے مراد وہ ہے کہ خلاف شریعت ناجائز طریقوں سے جمع کرے اور روکنے سے مراد یہ ہے کہ مال پر عائد ہونے والے فرائض و واجبات ادا نہ کرے۔ آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا انسان کم حوصلہ پیدا کیا گیا۔

''ھلوما'' کے معنی حریص، بے صبر، کم ہمت کے آتے ہیں۔[1]

1 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 23/266

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آیت میں ہلوع سے مراد وہ شخص ہے جو حرام، مال کی حرص میں مبتلا ہو[1] حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں اس سے مراد بخیل آدمی ہے[2]

اور مقاتل کہتے ہیں تنگدل بے صبر آدمی مراد ہے اس پر یہ سوال بے فائدہ ہو گا کہ جب انسان کی پیدائشی صفت ہی برائی کی ہے تو عذاب کیوں؟ اس سے مراد یہ ہے کہ انسانی فطرت میں رکھی ہوئی استعداد ہے سو اسی میں اللہ تعالیٰ نے ہر خیر و صلاح کا مادہ بھی رکھا ہے اور شر و فساد کا بھی، اسے عقل و ہوش بھی دیا۔ انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ ہر کام کا انجام بھی بنایا اگر اس نے اپنے اختیار سے شرّ و فساد کی پرورش کی اور اعمال کو اس رُخ پر ڈال دیا تو مجرم رہے اگلی آیہ پاک مین فرمایا انسان کی کم ہمتی اور بے صبری کا یہ عالم ہے جب تکلیف آتی ہے تو صبر سے کام نہیں لیتا جب راحت مل جاتی ہے تو بخل کرتا ہے۔ عام آدمیوں کی اس خصلت سے مومنین کو مستثنیٰ کر دیا، ان کے اعمال صالحہ کا ذکر فرمایا گیا وہ نمازی ہیں اپنی نمازوں پر محافظ ہیں، ہمیشہ پڑھتے ہیں مومنین کی صفات میں ایک صفت یہ بھی فرمائی کہ جن کے مالوں میں مانگنے والے کا اور محروم کا حصہ مقرر ہے۔

اس آیہ پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زکوۃ کے اصول اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین اور معلوم ہیں جو زمانہ کے حالات بدلنے سے نہیں بدل سکتے، مومنین کی ایک صفت یہ بھی فرمائی کہ قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہیں اور اپنے رب قدوس کے عذاب سے ڈرتے ہیں یعنی جو لوگ مرنے کے بعد دوبارہ اُٹھنے اور حشر و نشر پر ایمان لاتے ہیں۔ اگلی آیہ پاک میں فرمایا گیا رب کا عذاب بے خوف ہونے کی شے نہیں معنی یہ ہوا کہ تمام نیک کام کرے اور برے اعمال سے بچنے کے باوجود اللہ کے عذاب کا خوف ہونا چاہئے، خدا کے جلال سے ڈرتا رہے کیا پتہ نیک اعمال قبول ہوں گے یا نہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

1 احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص 10/39

2 حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ)، تفسیر بغوی، ص 5/153

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۳۴﴾ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۳۵﴾

اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہین (۲۹) سوائے اپنی منکوحہ بیویوں کے یا اپنی مملوکہ کنیزوں کے، کہ ان پر کچھ ملامت نہیں (۳۰) تو جو ان کے علاوہ طلب کرے تو وہی لوگ حد سے گزرنے والے ہیں (۳۱) اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت کرتے ہیں (۳۲) اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم ہیں (۳۳) اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں (۳۴) یہی وہ لوگ ہیں جن کا جنتوں میں اعزاز ہو گا (۳۵)



حفاظت شرمگاہ

پچھلی آیہ مبارکہ میں مومنین کی صفات کا ذکر فرمایا گیا نمازیں پڑھتے ہیں اُن پر باقاعدگی کرتے ہیں اپنے مالوں سے مستحقین کو ادا کرتے ہیں، قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہیں اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ اس آیہ پاک میں بھی ان کی صفات کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، بیویوں اور مملوکہ باندیوں کے علاوہ کسی پر نہیں کھولتے۔ اس میں ارشاد ہے، بیویوں کے سوا جنسی لذت کسی سے حاصل نہیں کرتے، باندیوں کا اب رواج نہیں رہا۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے مردوں کا لڑکوں سے جنسی لذت حاصل کرنا بھی حرام ہے ایک اور صفت فرمادی گئی امانت اور عہد کی حفاظت کرتے ہیں، امانت رکھوانے والے کو اس کے مطالبہ پر امانت واپس لوٹا دیتے ہیں یاد رہے فرائض و واجبات بھی امانت میں داخل ہیں۔ حضور ﷺ نے منافق کی تین خصلتیں ارشاد فرمائیں، بات کرتے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو خلاف کرے، امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔[1]

1 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب علامة المنافق الرقم 33 ص 1/16
مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب خصال المنافق الرقم 59 ص 1/78

ایک صفت اور فرمائی کہ اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں، جیسے کوئی واقعہ دیکھا بیان کر دیا اس سے کچھ نہ چھپاتے ہیں نہ کمی بیشی کرتے ہیں، انہیں کسی قسم کی شہادت دینی پڑے، حق کہہ دیتے ہیں وہ شہادت اللہ کے حق کی ہو یا بندوں کے حق کی۔ اللہ کے حق کی شہادت جیسے توحید کی شہادت رسول اللہ کی رسالت کی شہادت بندوں کے حق کی جیسے خرید و فروخت لین دین، قرض، نکاح، طلاق کی شہادت۔ ایک اور صفت فرمائی گئی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ نماز کی تیاری، وضو کا اہتمام، پاک صاف لباس، جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کیلئے مسجد روانگی، وہی لوگ جنتوں میں عزت والے ہوں گے، جو لوگ ان صفات کے ساتھ متصف ہوں گے انہیں کو جنتوں میں عزت ملے گی۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿٣٦﴾ عَنِ
الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿٣٧﴾ اَيَطْمَعُ كُلُّ
امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿٣٨﴾ كَلَّا ۭ اِنَّا
خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٩﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ
الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿٤٠﴾ عَلٰٓى اَنْ
نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ
﴿٤١﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا
يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿٤٢﴾ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ
الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ
﴿٤٣﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ ذٰلِكَ
الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿٤٤﴾

تو ان کافروں کو کیا ہو گیا کہ دائیں بائیں سے آپ کی طرف بھاگے آ رہے ہیں (۳۶۔۳۷) کیا ان میں ہر شخص کو یہ امید ہے کہ اس کو نعمت والی جنت میں داخل کر دیا جائے گا (۳۸) ہرگز نہیں ہم نے انہیں اس چیز سے بنایا ہے جس کو وہ جانتے ہیں (۳۹) سو میں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی قسم اٹھاتا ہوں بے شک ہم ضرور قادر ہیں (۴۰) کہ ان کے بدلے میں ہم ان سے بہتر لوگ لے آئیں اور ہم اس سے عاجز نہیں (۴۱) آپ انہیں ان کی بے ہودہ باتوں اور کھیل تماشے میں چھوڑ دیں حتی کہ یہ اس دن سے آ ملیں جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے (۴۲) جس دن یہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا وہ بتوں کی طرف بھاگے جا رہے

صدق اللہ العظیم

ہیں (۴۳) ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی ان پر
ذلت چھا رہی ہو گی یہی وہ دن ہے جس کا اُن
سے وعدہ کیا گیا تھا (۴۴)

منافقین کا طریقہ

ان آیات مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، مشرکین مکہ حضور ﷺ کی محافل میں گروہ در گروہ آکر بیٹھ جاتے، آپ کی باتیں سنتے پھر مذاق اُڑاتے اور کہتے جس طرح یہ محمد (ﷺ) کہتے ہیں مسلمان جنت میں داخل ہوں گے تو ہم ان سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ تب یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں کہ کفار کو کیا ہو گیا کہ وہ دائیں بائیں سے آپ کی طرف دوڑتے ہیں اور ہر ایک جنت میں جانے کی اُمید رکھتا ہے، وہ جانتے ہیں کہ ان کی تخلیق ایک پانی کے قطرہ سے ہوئی ہے جب ہم پانی کے قطرہ سے انسانی تخلیق پر قادر ہیں تو پھر مان لو ہم قیامت کے دن پھر دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہیں۔[1]

مشرکین مکہ سے کہا گیا تم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کا انکار کرتے ہو تو پھر یہ اُمید کہ تمہیں جنت میں رکھا جائے گا، کس قدر غلط سوچ ہے، اس کا معنی اس طرح بھی کیا گیا ہے تم مسلمانوں کو ذلیل سمجھتے ہو تم خود اپنی اصل پر تو غور کرو، پانی کے ایک گندے قطرے سے تمہیں بنایا گیا ہے، رب قدوس نے اپنی ذات کی قسم اُٹھا کر فرمایا کہ ہم اس پر قادر ہیں کہ ان کی جگہ ان سے اچھے لوگ لے آئیں ان کی یہ غلط فہمی ہے کہ دنیا کی رونق ان کے دم قدم سے ہے، اگر یہ نہ ہوں گے تو دنیا برباد ہو جائے گی یہ غلط فہمی ذہن سے نکال دیں، ہم ایسا کرنے پر قادر ہیں، عاجز نہیں کہ تم سے بہتر لے آئیں۔ محبوب کریم آپ نے اپنا حق ادا کر دیا دین کی تعلیم بتا دی، انہیں اندھیروں سے نکالنے کی کوشش کی یہ نہ سمجھ سکے، ان کی اصلاح نہ ہو سکی انہیں اپنی خرافات میں رہنے دیں زندگی برباد کرتے رہیں، یہاں تک کہ موت کا پیغام آجائے اور پھر انہیں قیامت کے دن قبروں سے نکال کر حساب دینے کیلئے حاضر کر دے۔ اس دن اپنی قبروں سے جلدی جلدی نکلیں گے گویا اپنے بتوں کی طرف دوڑتے ہیں یعنی وہ قیامت کے دن اس قدر تیزی سے بھاگے جا رہے ہوں گے جیسے کوئی شخص دوڑ کے مقابلہ میں تیز بھاگتا ہے یہ معنی

---

1 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب علامة المنافق الرقم 33 ص 1/16
مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب خصال المنافق الرقم 59 ص 1/78

بھی کیا گیا جب وہ قبروں سے نکلیں گے تو بلانے والے کی طرف بہت تیز دوڑتے ہوئے جائیں گے گویا وہ اپنے کسی مددگار کی طرف دوڑتے ہوئے جارہے ہیں، آنکھیں خود سے ندامت سے جھکی ہوں گی چہروں پر رقت طاری ہو گی، عذاب اور رسوائی کے خوف سے آنکھیں اوپر نہیں اٹھا سکیں گے یہی وہ دن ہے جس سے دنیا میں ڈرایا جاتا تھا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

سورۃ نوح

یہ سورۃ پاک مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی جو دو رکوع اور اٹھائیس آیات پر مشتمل ہے۔[1]

اس سورۃ پاک میں توحید و رسالت پر ایمان لانے کی تاکید اور اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کے احکام بیان فرمائے گئے ہیں، سیدنا نوح علیہ السلام کی دینی خدمات کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ آپ نے قوم کو بت پرستی سے روکا، آخرت یاد دلائی مگر قوم نے آپ کی دعوت کو مسترد کر دیا گمراہی اور نافرمانی پر ڈٹے رہے۔ اس سورۃ پاک میں نوح علیہ السلام کی نافرمان قوم پر عذاب کا ذکر فرمایا گیا ہے جب یہ قوم اپنے نبی کی باغی ہو گئی تو ہلاک کر دی گئی۔ اس سورۃ میں ہے کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو صرف آخرت کی بہتری کا ہی نہیں فرمایا بلکہ توحید و رسالت مان لینے کی صورت میں دنیا کی بہتری خوشحالی کا بھی وعدہ فرمایا۔

نیز اس سورۃ میں ذکر ہے کہ نوح علیہ السلام نے وقت کے بدکردار لوگوں کو بھی آخرت یاد دلائی اور وہ جو نوح علیہ السلام کی مخالفت کرتے تھے لوگوں کو آپ کے قریب آنے سے روکتے تھے آپ نے انہیں ان بُری عادتوں سے روکا۔

سیدنا نوح علیہ السلام قوم کی اِصلاح کیلئے ساڑھے نو سو سال تک محنت کی دعوت دیتے رہے، مخالفت برداشت کرتے رہے، قوم کی طرف سے دکھوں اور مصیبتوں پر صبر کرتے رہے، جب قوم نے آپ کے ارشادات کو نظر انداز کیا اور سرکشی میں بدستور بڑھتی گئی تو آپ نے بد دعا کی، الٰہی! انہیں غرق کر دے ان میں سے کسی کو زندہ نہ رہنے دے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

1 محمد بن عمر (المتوفی 606ھ)، تفسیر کبیر، ص 30/646

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان رحم فرمانے والا ہے

اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖۤ اَنۡ اَنۡذِرۡ قَوۡمَکَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۱﴾ قَالَ یٰقَوۡمِ اِنِّیۡ لَکُمۡ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۲﴾ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَ اتَّقُوۡہُ وَ اَطِیۡعُوۡنِ ﴿۳﴾ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ مِّنۡ ذُنُوۡبِکُمۡ وَ یُؤَخِّرۡکُمۡ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ ۘ لَوۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ دَعَوۡتُ قَوۡمِیۡ لَیۡلًا وَّ نَہَارًا ﴿۵﴾ فَلَمۡ یَزِدۡہُمۡ دُعَآءِیۡۤ اِلَّا فِرَارًا ﴿۶﴾



بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ وہ اپنی قوم کو عذاب سے ڈرائیں، اس سے پہلے کہ ان کی طرف دردناک عذاب آئے (۱) (نوح نے) کہا! اے میری قوم! میں تمہیں عذاب سے ڈرانے والا ہوں (۲) کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرتے رہو اور میری اطاعت کرو (۳) وہ تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور تمہیں ایک معین مدت تک مہلت دیدے گا بے شک جب اللہ کی معین مدت آجائے گی تو اُسے موئخر نہیں کیا جائے گا کاش تم جانتے ہوتے (۴) (نوح علیہ السلام نے) کہا اے میرے رب بے شک میں نے اپنی قوم کو دن اور رات دعوت دی (۵) میری دعوت سے یہ لوگ اور زیادہ بھاگنے لگے (۶)

حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کو ڈرانا

اس آیہ مبارکہ میں بارگاہِ قدس سے نوح علیہ السلام کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ اپنی قوم کو عذاب آنے سے پہلے ڈر سنائیں، قتل کے جرم کا آغاز تو سیدنا آدم علیہ السلام کے عہد میں ہو چکا تھا، ہابیل اور قابیل کی جنگ اس سلسلہ میں ابتداء ہے، قابیل نے ہابیل کو قتل کیا۔[1]

سیدنا ادریس علیہ السلام کے زمانہ میں فسق و فجور عام پھیل چکا تھا۔

---

1 مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 1/471

سیدنا نوح علیہ السلام کے زمانہ میں گناہوں، جرموں، ظلم و ستم اور بدکاریوں کی انتہا ہو گئی تھی۔ اس طوفان بدتمیزی کو روکنے کیلئے نوح علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ اپنی قوم کو ڈرسنائیں، چنانچہ آپ نے قوم سے فرمایا میں تمہیں عذاب سے ڈرانے والا ہوں، آپ نے قوم سے کہا اللہ کی عبادت کرو اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں تمہارا راہنما ہوں تمہیں سیدھی راہ پر لے چلوں گا، میری اطاعت میں تمہارا راہ ہو گا تو تم شان و شوکت کی زندگی بسر کرو گے، میری اطاعت کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اللہ تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے گا اور تم عذاب سے بچ نکلو گے اور تمہاری مہلت کو لمبا کر دیا جائے گا۔

اگر کوئی قوم نبی کی گستاخ ہو جاتی ہے اس کی دعوت کو ٹھکرا دیتی ہے تو قدرت اس قوم کو مٹانے کا فیصلہ کر لیتی ہے تو پھر کوئی اسے ٹال نہیں سکتا کاش تم اس حقیقت کو پالیتے۔ رب قدوس جل مجدہٗ کے حکم کے پیش نظر نوح علیہ السلام نے اپنا تبلیغی مشن شروع کر دیا، فرائض کی ادائیگی میں مصروف ہو گئے۔ مخالفین کی طرف سے ہر قسم کا دکھ برداشت کرتے رہے، اس نیکی پھیلانے کی پاداش میں آپ کو زخمی کیا جاتا رہا، آپ پر ہر قسم کے مظالم ڈھائے گئے کہ آپ دعوت حق کا سلسلہ چھوڑ دیں مگر آپ نے حق کی آواز کو دبنے نہ دیا شب و روز کرتے رہے، آپ مخالفین کی قیام گاہوں میں جا کر بھی حق کہنے سے پیچھے نہ ہٹے۔ آپ کا یہ انداز تبلیغ ساڑھے نو سو سال تک رہا مگر قوم میں ہدایت کے آثار پیدا نہ ہوئے بلکہ صرف ہٹ دھرمی بڑھتی گئی، جب آپ کو اُن کے ایمان لانے کی اُمید نہ رہی تو آپ نے بارگاہ قدس میں عرض کی یا اللہ! میں نے قوم کو حق بات کی طرف بلایا مگر میری دعوت کے باعث ان میں نفرت کا اضافہ ہوا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝٧ ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝٨ ثُمَّ اِنِّيْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۝٩ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا

اور بے شک میں نے جب بھی اُنہیں بلایا تاکہ تو انہیں معاف کر دے تو انہوں نے اپنے کانوں میں اپنی انگلیاں ٹھونس لی اور (اپنے اوپر) اپنے کپڑے لپیٹ لئے اور ضد کی اور بہت زیادہ تکبر کیا (۷) پھر میں نے ان کو بلند آواز سے بلایا (۸) پھر میں نے ان کو اعلانیہ بھی بلایا اور خفیہ طریقہ سے بھی (۹) تو میں نے ان

رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ﴿۱۰﴾ يُّرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿۱۲﴾ۭ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿۱۳﴾ۚ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿۱۴﴾

صدق اللہ العظیم

سے کہا اپنے رب سے معافی مانگو بے شک وہ بہت زیادہ معاف فرمانے والا ہے (۱۰) وہ تم پر موسلا دھار بارش نازل فرمائے گا (۱۱) اور مالوں اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہارے لئے باغات اگائے گا اور تمہارے لئے دریا بہائے گا (۱۲) تم اللہ کی عظمت کو کیوں تسلیم نہیں کرتے (۱۳) حالانکہ اس نے تم کو کئی مرحلوں سے گزار کر پیدا کیا (۱۴)

ضد اور تکبر

حضرت نوح علیہ السلام جب بھی انہیں حق کی طرف بلاتے تا کہ ان کی بخشش ہو جائے تو وہ منہ پھیر لیتے توجہ نہ کرتے آپ کا وعظ نہ سنتے، اس بد عملی کو مضبوط بنانے کیلئے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے اپنے اوپر کپڑے لپیٹ لیتے تا کہ حق کی آواز ان کے کانوں تک پہنچ نہ سکے وہ اپنے کفر پر اصرار کرتے رہے اور جمے رہے۔ میں نے انہیں بہ آواز بلند بھی تبلیغ کی اور خفیہ طریقہ سے بھی، میں نے انہیں کہا تم اپنے رب سے معافی مانگو وہ بہت معاف فرمانے والا ہے۔ رب سے معافی مانگو وہ تمہیں موسلا دھار بارش بھی دے گا، مال عطا کرے گا، بیٹوں سے نوازے گا، باغات عطا کرے گا، نہریں بہائے گا۔ ان ارشادات خداوندی سے پتہ چلتا ہے اللہ تعالیٰ استغفار کرنے اور اطاعت کرنے سے بندوں پر رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں جس شخص کو اللہ نے استغفار کی توفیق دی وہ مغفرت سے محروم نہیں ہو گا۔[1]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، شیطان نے رب سے کہا مجھے تیرے جلال کی قسم! میں اولاد آدم کو اس وقت تک گمراہ کرتا رہوں گا جب تک ان کے جسموں میں روحیں ہیں، رب قدوس جل مجدہٗ نے فرمایا مجھے میری عزت کی قسم میں ان کی مغفرت کرتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے استغفار کرتے رہیں گے۔[2]

1 عبدالرحمن بن ابی بکر (المتوفی 911ھ)، تفسیر در منثور، ص 1/360
2 احمد بن علی (المتوفی 307ھ)، مسند ابویعلی، باب مسند ابی سعید الخدری الرقم 1273 ص 2/458

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک موقعہ نماز استسقاء پڑھائی اور استغفار کے بغیر کچھ نہ پڑھا بارش کیلئے دعا کرنا تھی بارش کا ذکر بھی نہ کیا کسی نے پوچھا امیر المؤمنین نماز تو اس لئے پڑھی گئی تھی کہ بارش کی دعا کی جائے تا کہ بارش ہو، آپ نے بارش کا ذکر تک نہیں کیا تو آپ نے اس کے جواب میں آیہ پڑھی ! رب سے استغفار کرو وہ موسلا دھار بارش دے گا۔[1]

ایسے ہی ایک موقع پر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا بارش کیلئے دعا فرمائیں تو آپ نے کہا استغفار کرو، پھر کسی نے کہا خشک سالی بہت ہے پھر کسی نے کہا غربت بہت ہے دعا فرمائیں تو فرمایا استغفار کرو، پھر کسی نے کہا دعا فرمائیں اللہ مجھے بیٹا دے تو فرمایا استغفار کرو، پھر کسی نے کہا خشک سالی بہت ہے فرمایا دعا کرو، عرض کی گئی مختلف سوالات ہیں جواب ایک ہی ہے، تو آپ نے یہ آیہ پاک پڑھ کر جواب دیا کہ استغفار کرو، بارش ہو گی، اللہ اولاد دے گا، مال بخشے گا، باغات دے گا، نہریں بہائے گا۔ فرمایا تم خدا کی عظمت کو تسلیم کیوں نہیں کرتے اس نے تمہیں کئی مرحلوں سے گزار کر پیدا کیا ہے مٹی سے بنایا پھر مٹی کو سبزہ اور غلہ بنایا پھر غذا سے خون، پھر خون سے نطفہ، پھر نطفہ کو خون، پھر خون کو گوشت پھر ہڈیوں کی صورت دی، پھر روح پھونکی پھر بچہ بنایا پھر دودھ پینے والا کیا، پھر جوان کیا پھر بوڑھا بنایا پھر میت بنایا پھر قبر میں پہنچایا پھر تم کو مٹی بنایا۔[2]

وَصلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ

کیا تم دیکھتے نہیں اللہ نے کیونکر سات آسمان بنائے ایک پر ایک (۱۵) اور ان میں چاند کو روشن کیا اور سورج کو چراغ (۱۶) اور اللہ نے تمہیں سبزے کی طرح زمین سے اگایا (۱۷) پھر تمہیں اسی میں لے جائے گا اور دوبارہ نکالے

1 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 293/23
احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص 44/10
2 محمد بن عمر (المتوفی 606ھ)، تفسیر کبیر، ص 652/30
محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی، ص 302/18

الْأَرْضَ بِسَاطًا ﴿١٩﴾ لِّتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿٢٠﴾ صدق اللہ العظیم
گا (۱۸) اور اللہ نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا (۱۹) کہ اس کے وسیع راستوں میں چلو (۲۰)

آسمان کی خوبصورت

ان آیات مبارکہ میں رب العزۃ جل مجدہٗ نے اپنے وحدہٗ لاشریک ہونے پر دلائل قائم کئے ہیں انسان کے اپنے اندر بھی دلائل ہیں کہ اللہ نے انسان کئی مراحل میں پیدا فرمایا جیسے " خلقکم اطوارا " کی تفسیر میں گذر چکا اور کچھ دلائل اس خارجی کائنات میں ہیں، یہ خارجی کائنات آسمان چاند اور سورج ہیں۔ رب قدوس نے اپنی توحید اور تخلیق پر پہلے اس دلیل کا ذکر فرمایا جو انسان کے اندر ہے پھر اس دلیل کا ذکر فرمایا جو انسان کے باہر ہے۔ اللہ نے آسمانوں کے اندر چاند کو روشنی فرمایا اور سورج کو چراغ بنایا۔ اس آیہ پاک میں توحید و قدرت کے دلائل کے سلسلہ میں سات آسمانوں کا نیچے اوپر ہونا اور پھر ان میں چاند کا ہونا ارشاد ہوا، قرآن مقدس کے لفظ " فیھن " سے واضح ہوتا ہے کہ چاند آسمانوں کے اندر داخل ہے جبکہ نئی تحقیقات اس کے خلاف ہیں۔

اگلی آیہ پاک میں فرمایا اللہ نے تمہیں زمین سے اگایا پھر اسی میں تمہیں لوٹائے گا انسان کو مٹی سے لگانے کا یہ معنی ہے کہ ہمارے جد امجد سیدنا آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا چونکہ ہماری اصل کو مٹی سے پیدا کیا اسی بناء پر فرمایا کہ تمہیں زمین سے اگایا۔[1]

اسی عنوان کو رب قدوس جل مجدہٗ نے ایک اور مقام پر اس طرح ارشاد فرمایا ہے " ولقد خلقنا الانسان من سللۃ من طین " ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر انسان اس مٹی میں دفن کیا جائے گا جس سے وہ پیدا کیا گیا۔[3]

1 مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 3/410
2 المومنون، 23:12
3 عبد الرزاق بن ھمام (المتوفی 211ھ)، مصنف عبد الرزاق، باب یدفن فی التربۃ التی منھا خلق الرقم 6531 ص 3/515

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے فرشتہ زمین سے مٹی لے کر اس کی ناف کی جگہ پر رکھتا ہے اس مٹی میں اس کی شفا ہوتی ہے اور اسی میں اس کی قبر ہوتی ہے۔[1]

اگلی آیہ پاک میں اپنی قدرت اور اپنے کرم کا ذکر فرمایا کہ اللہ نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا کہ کھلے دوستوں میں چلتے پھرتے رہو۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا ﴿٢١﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿٢٢﴾ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿٢٤﴾ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿٢٥﴾

صدق اللہ العظیم

نوح (علیہ السلام) نے کہا اے میرے رب! انہوں نے میری نافرمانی کی اور انہوں نے ان کی پیروی کی جنہوں نے ان کے مال اور اولاد میں نقصان کے بغیر کوئی اضافہ نہیں کیا (۲۱) اور انہوں نے بہت بڑا فریب کیا (۲۲) اور انہوں نے کہا تم اپنے معبودوں کو ہر گز نہ چھوڑنا اور "ودّ" اور "سواع" اور "یغوث" اور "یعوق" اور "نسر" کو نہ چھوڑنا (۲۳) اور بے شک انہوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا (اے میرے رب) ظالموں میں صرف گمراہی کو زیادہ کرنا (۲۴) ان کو دن کے گناہوں کی وجہ سے غرق کر دیا گیا فوراً انہیں آگ میں جھونک دیا گیا تو انہوں نے اللہ کے مقابلہ میں اپنا کوئی مددگار نہ پایا (۲۵)

دعا حضرت نوح علیہ السلام

پچھلی آیات مبارکہ میں نوح علیہ السلام کی تبلیغی کاوشوں کا ذکر تھا آپ نے اپنی قوم کو توحید و رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی، ان آیات مبارکہ میں ذکر ہے کہ قوم نے نوح علیہ السلام کو جواب کیا دیا، اس آیہ کریمہ

1 عبد الرزاق بن ھمام (المتوفی 211ھ)، مصنف عبد الرزاق، باب یدفن فی التربۃ التی منھا خلق الرقم 6533 ص 3/515

میں ذکر ہے قوم نے نوح علیہ السلام کی نافرمانی ہی نہیں کی بلکہ ان کے مقابلہ میں ان کے مخالفوں سے وفاداری کی یہ مخالفین وہ تھے جو بت پرستی کے دلدادہ تھے آپ کی قوم آپ کی نافرمانی کرتی اور ان کی اطاعت انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچاسکتی تھی نہ وہ دنیامین کسی کام آسکتے تھے نہ آخرت میں۔ قوم کوان کی اطاعت سے سوائے نقصان کے کچھ نہ ملا۔

سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے بڑے سرکش متکبر لوگوں نے لوگوں کو بہکایا گمراہ کیا اور نوح علیہ السلام کے خلاف کیاآپ کے خلاف طرح طرح کی باتیں بنائیں کبھی کہایہ توگمراہ ہے (معاذاللہ) کبھی کہایہ ہم جیسا ہی توہے اس کی اتباع کیوں کریں کبھی کہایہ نوح تو مجنون ہے (معاذاللہ) قوم کے سرداروں نے قوم سے کہااپنے معبودوں "ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر" کو کبھی نہ چھوڑنا۔ان بتوں کے بارہ میں محمد بن قیس کہتے ہیں یہ بت ودّ، سواع، یعوق، یغوث، نسر آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے نیک لوگ تھے۔ جب وہ فوت ہوگئے تو ان کے پیروکاروں نے کہااگرہم ان نیک لوگوں کے مجسمے بنالیں تو پھر عبادت کرتنے میں زیادہ ذوق ملے گاتوانہوں نے مجسمے بنالئے۔[1]

سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ودّ دومۃالجندل میں بنو کلب کا بت تھااور سواع رباط میں ہذیل کا بت تھااور یغوث جرف میں بنوغطیف کا بت تھا، یعوق بلخ میں ہمدان کا بت تھااور نسر ذی کلاع کا بت تھا۔ان بتوں کی پرستش نوح علیہ السلام کی قوم کرتی تھی بعد میں اہل عرب نے ان کو اپنا معبود بنالیا۔[2]

حافظ ابن عساکر فرماتے ہیں ودّ ہی کو شیث کہا جاتا تھاان کے بھائیوں نے انہیں اپنا سربراہ بنالیا، ودّ کے بیٹوں کے نام سواع، یعوق، یغوث، نسر۔ یہ بھی کہاجاتاہے کہ ودّ کی شکل مرد کی تھی، سواع بت کی شکل عورت کی تھی، یغوث بت کی شکل شیر کی تھی یعوق بت کی شکل گھوڑے کی تھی اور نسر بت کی شکل گدھ کی تھی۔[3]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

1 احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص10/ 46
حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ)، تفسیر بغوی، ص8/ 233
2 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص23/ 304
3 محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی، ص18/ 309

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ
الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾ إِنَّكَ إِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا
عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا
﴿٢٧﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ
مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ
الظّٰلِمِيْنَ إِلَّا تَبَارًا ﴿٢٨﴾ صدق اللہ العظیم

اور نوح (علیہ السلام) نے دعا کی زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ (۲۶) بے شک اگر تو نے انہیں چھوڑا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور اُن میں سے صرف بدکار کافر پیدا ہوں گے (۲۳) اے میرے رب! مجھے معاف فرما اور میرے ماں باپ کو اور ان کو جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ داخل ہوا اور تمام ایمان والے مردوں اور تمام ایمان والی عورتوں کو اور ظالموں میں صرف ہلاکت کو زیادہ فرما (۲۸)

دعا نوح، کفار کی بربادی

ان آیات مبارکہ میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے رب قدوس سے دعا کی اے میرے رب کافروں کو برباد کر دے اگر تو نے برباد نہ کیا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے،، نبی کی دور رس نگاہ نے دیکھ لیا تھا کہ وہ گمراہ کریں گے۔ نوح علیہ السلام نے اپنے ساڑے نو سو سالہ تبلیغی دور سے ہی محسوس کر لیا کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے کہ اس طویل عرصہ میں صرف ۸۰ بندے ایمان لائے، باقی سبھی کفر پر ڈٹے رہے اور نوح علیہ السلام کے خلاف سازشیں کرتے رہے[1]

اگلی آیہ پاک میں نوح علیہ السلام کی دعا کا ذکر ہے آپ نے اپنی معافی کی دعا کی جس سے پتہ چلتا ہے نبی مقام نبوت پر ہوتے ہوئے بھی اپنے رب کی طرف سے معافی مانگتا ہے۔ پھر اپنے والدین کی دعا کی پھر تمام ایماندار مردوں عورتوں کیلئے دعا کی پھر کفار کے بارہ میں عرض کی اے اللہ ظالموں میں تباہی کو زیادہ کر دے۔ دعا میں پہلے اپنے لئے پھر ماں باپ کیلئے پھر ایمان دار مردوں، عورتوں کیلئے دعا کی ترتیب بتاتی ہے انسان سب سے زیادہ خود اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا محتاج ہے، پھر والدین کیلئے دعا ہے کہ انسان پر سب سے زیادہ احسان ماں باپ کا ہے اس کے بعد ایمان داروں کیلئے دعا ہے۔ نوح علیہ السلام نے قوم سے پریشان ہو کر ان کی تباہی کی دعا کر دی، قربان جائیں حضور

1 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 12/411
مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 4/452

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انداز تبلیغ پر، طائف میں بے پناہ مظالم برداشت کئے اور بارگاہ قدس میں عرض کیا" للّٰھم اھد قومی فانھم لایعلمون" اے اللہ میری قوم! کو ہدایت دے دے وہ مجھے جانتے ہی نہیں، اگر جان لیتے تو یہ مظالم نہ کرتے۔[1]

نوح علیہ السلام کے اس طوفان میں کوئی نابالغ بچہ ہلاک نہ ہوا تھا کہ طوفان سے چالیس سال پہلے اللہ نے کافروں کو بانجھ کر دیا تھا۔ طوفان کے وقت ان کی کوئی نابالغ اولاد نہ تھی اگر کوئی بچے تھے تو ان کیلئے یہ طوفان طبعی موت ہوا، عذاب نہیں تھا۔[2]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر سمرقندی، ص 1/ 251
عبدالرحمن بن ابی بکر (المتوفی 911ھ)، تفسیر در منثور، ص 3/ 117
2 عبداللہ ابن عباس (المتوفی 68ھ)، تفسیر تنویر المقباس، ص 1/ 487

سورۃ الجن

یہ سورۃ پاک مکی ہے اس میں ۲۸ آیات اور دو رکوع ہیں۔[1] اس سورۃ پاک میں جنات کی ایک جماعت کا حضور ﷺ سے قرآن پاک سننے کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کے بعد وہ ایمان لے آئے، اس سورۃ پاک سے پتہ چلتا ہے جنات بھی اللہ کی مخلوق ہیں ان میں نیک بھی ہیں بد بھی، مومن بھی مشرک بھی۔ اس سورۃ پاک میں حضور ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ لوگوں کو خدا کا پیغام پہنچائیں کہ وہ رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اس سورۃ پاک میں جنات کا اقرار ذکر ہے کہ وہ اللہ سے بھاگ کر کہیں جا نہیں سکتے اور نہ اللہ پر غالب آسکتے ہیں۔ اس سورۃ پاک میں فرمایا گیا مساجد اللہ کی عبادت کیلئے بنائی گئی ہیں، ان میں اللہ کے بغیر کسی کی پرستش نہ کی جائے۔

اس سورت کے اُترنے کا سبب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس طرح فرماتے ہیں، حضور ﷺ اپنی جماعت صحابہ کے ساتھ عکاظ کے بازار میں گئے، اس وقت شیاطین اور آسمان کی خبروں کے درمیان ایک چیز حائل ہو چکی تھی، ان پر آگ کے گولے پھینکے جاتے تھے جنات نے آپس میں کہا تمہارے اور آسمان کے درمیان کوئی شے حائل ہے، پتہ کرو وہ کیا شئ ہے، جو جن تہامہ کی طرف گئے تھے انہوں نے دیکھا حضور ﷺ عکاظ کے بازار میں صحابہ کرام کو نماز فجر پڑھا رہے تھے، انہوں نے جب قرآن پاک سنا تو کہنے لگے یہی وہ شئ ہے جو ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان حائل ہے، پھر وہ اپنی قوم کی طرف گئے اور کہا ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو نیکی کی طرف ہدایت دیتا ہے ہم اس پر ایمان لے آئے اور رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ تب یہ آیات مبارکہ حضور ﷺ پر نازل ہوئیں۔[2]

وَصَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

1 نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر سمرقندی، ص 3/ 503
احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص 10/ 49
2 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 23/ 310

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے

قُلۡ اُوۡحِیَ اِلَیَّ اَنَّہُ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ
فَقَالُوۡۤا اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾ یَّہۡدِیۡۤ اِلَی
الرُّشۡدِ فَاٰمَنَّا بِہٖ ؕ وَلَنۡ نُّشۡرِکَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا
﴿۲﴾ وَّاَنَّہٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَۃً وَّلَا
وَلَدًا ﴿۳﴾ وَّاَنَّہٗ کَانَ یَقُوۡلُ سَفِیۡہُنَا عَلَی اللّٰہِ
شَطَطًا ﴿۴﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنۡ لَّنۡ تَقُوۡلَ الۡاِنۡسُ
وَالۡجِنُّ عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا ﴿۵﴾ وَّاَنَّہٗ کَانَ رِجَالٌ
مِّنَ الۡاِنۡسِ یَعُوۡذُوۡنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الۡجِنِّ
فَزَادُوۡہُمۡ رَہَقًا ﴿۶﴾

صدق اللہ العظیم

آپ کہئے میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے کہا ہم نے بہت عجیب قرآن سنا ہے (۱) جو سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم ہر گز اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے (۲) اور بے شک ہمارے رب کی عظمت بہت بلند ہے اس نے نہ کوئی بیوی بنائی ہے نہ بیٹا (۳) اور ہم میں سے بے وقوف لوگ اللہ کے متعلق بے جا باتیں کیا کرتے تھے (۴) اور ہمارا یہ خیال تھا کہ انسان اور جن اللہ کی نسبت جھوٹ نہیں بولتے (۵) کچھ لوگوں کی پناہ طلب کرتے تھے اس سے جنات کی سرکشی زیادہ ہو گئی (۶)

جنوں کے متعلق عقیدہ

ان آیات کی تفسیر سے قبل دو ایک اہم واقعات ذہن میں رہیں تو مفہوم زیادہ واضح ہو گا، حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے شیاطین آسمانوں تک پہنچ کر فرشتوں کی باتیں سنتے تھے آپ کے اعلان نبوت کے بعد ان کو شہاب ثاقب کے ذریعے سننے سے روک دیا گیا اس حادثہ کی تحقیق کے سلسلہ میں جنات آپ تک پہنچے۔ دور جاہلیت میں عادت تھی جب کسی جنگل یا وادی میں ٹھہرنا ہوتا تو اس اعتقاد سے کہ جنات کے سردار ہماری حفاظت کریں گے یہ الفاظ کہے جاتے تھے، " اعوذ بعزیز ھذا الوادی" "اس جنگل کے سردار کی پناہ لیتا ہوں۔[1]

1 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 23/322
محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی، ص 11/1

سورۂ جن کے نازل ہونے کا سبب یہ بنا: جیسے بخاری و مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ملتی ہے، واقعہ یہ پیش آیا صحابہ کرام کے ساتھ بازار عکاظ کی طرف جا رہے تھے، یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب شیاطین کو آسمانوں کی خبریں سننے سے روک دیا گیا تھا۔ جنات نے باہم مشورہ کیا یہ حادثہ جو ہم پر پیش آیا ہے کہ ہمیں آسمانوں کی خبریں سننے سے روک دیا گیا ہے معلوم ہوتا ہے دنیا میں کوئی نئی چیز آئی ہے جو اس کا سبب بنی ہے، جنات نے یہ طے کیا کہ اُنہیں کے مشرق و مغرب میں جنات کے مختلف وفد جائیں اور تحقیق کریں ان کا وفد جو تہامہ حجاز کی طرف بھیجا گیا تھا وہ وفد مقام نخلہ پر پہنچا تو وہاں رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ نماز ادا فرما رہے تھے، جنات کے اس وفد نے جب قرآن پاک سنا تو واپس آکر جنات سے کہا اللہ کی قسم یہی کلام ہے جو ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان حائل ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے اس ساری صورت حال سے اپنے حبیب کریم ﷺ کو بذریعہ وحی آگاہ کر دیا۔ تفسیر مظہری میں یہی عنوان اس طرح ہے حضور ﷺ سفر طائف سے مکہ مکرمہ کی طرف لوٹے تو مقام نخلہ پر قیام فرمایا اور نماز تہجد پڑھنے لگے تو نصیبین کے جنات کا یہ وفد وہاں پہنچا ہوا تھا، اس نے قرآن پاک سنا اور وہ وفد ایمان لے آیا اور اپنی قوم کو صورت حال سے آگاہ کیا۔[2]

تفسیر مظہری نے حضرت سہیل بن عبداللہ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے ایک بوڑھے کو دیکھا جو نماز پڑھ رہا تھا، اُس پر شاندار جبہ تھا، سہیل وہ جبہ دیکھ کر حیران ہوئے جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو حضرت سہیل نے اُسے سلام کیا اس بوڑھے نے کہا تو جبہ دیکھ کر حیران ہو رہا ہے، یہ جبہ سات سو سال سے میرے جسم پر ہے اسی جبہ میں میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اسی جبہ میں میں نے حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) کی زیارت کی، میں اُن جنات سے ہوں جن کے بارہ میں سورۃ جن نازل ہوئی ہے[3]

جنات کے واقعات میں حضرت رافع بن عمیر کا واقعہ بڑا مشہور ہے، تفسیر مظہری میں بھی ہے سعید بن جبیر فرماتے ہیں رافع بن عمیر صحابی نے اپنے قبول اسلام کا واقعہ اس طرح بیان کیا، فرماتے ہین میں ایک جنگل میں

---

1 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب الجہر بقراءۃ صلوۃ الفجر الرقم 733 ص 1/154
مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب الجہر بقراءۃ صلوۃ الصبح الرقم 499 ص 1/331

2 قاضی محمد ثناء اللہ (المتوفی 1225ھ)، تفسیر مظہری، ص 10/81

3 قاضی محمد ثناء اللہ (المتوفی 1225ھ)، تفسیر مظہری، ص 10/81

سفر کر رہا تھا، اچانک اونگھ آئی اور میں اپنی اونٹنی سے اُتر کر سو گیا، سونے سے پہلے میں نے اپنی عادت کے مطابق یہ کہا" اعوذ بعظیم غیر الوریٰ من الجن "میں اس جنگل کے سردار جن سے پناہ لیتا ہوں، خواب میں ایک بوڑھے کو دیکھا اس نے مجھے کہا اے بے وقوف جب تو کسی جنگل میں ٹھہرے اور وہاں جنات کا خطرہ ہو تو یہ پڑھ لیا کرو" اعوذ باللہ رب محمد "میں رب محمد کی پناہ لیتا ہوں۔ جن کی پناہ نہ مانگا کرو میں نے اس سے پوچھا یہ کون ہیں اس نے کہا یہ نبی عربی ہیں نہ شرقی ہیں نہ غربی ہیں، پیر کے دن مبعوث ہوئے۔ میں نے پوچھا وہ رہتے کہاں ہیں تو بتایا وہ یثرب میں رہتے ہیں جو کھجوروں کی بستی ہے، میں نے صبح ہوتے ہی مدینہ کا راستہ لیا اور مدینہ پہنچ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھا تو میرا سارا واقعہ مجھے سنا دیا حالانکہ میں نے کچھ ذکر بھی نہیں کیا تھا، آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی میں مسلمان ہو گیا۔[1]

اس پہلی آیہ مبارکہ میں فرمایا محبوب! آپ اپنے صحابہ کو کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے واقعہ جن کے متعلق کیا وحی فرمائی ہے، صحابہ کو بتانے میں یہ حکمت تھی کہ صحابہ کو پتہ چل جائے حضور ﷺ جنات کی طرف بھی بھیجے گئے ہیں، یہ حکمت بھی تھی کہ جن سرکش ہونے کے باوجود بھی قرآن مقدس سن کر مسلمان ہو گئے، یہ حکمت بھی تھی کہ صحابہ کو پتہ چل جائے جنات بھی انسانوں کی طرح مکلّف ہیں، یہ حکمت بھی تھی کہ پتہ چل جائے حضور ﷺ ان کی طرف مبعوث ہوئے ہیں تو ان کی زبان بھی جانتے ہیں، جنات نے کہا قرآن پاک سیدھی راہ کی ہدایت دیتا ہے، ہم اللہ کی توحید پر ایمان لائے کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور اب شیطان کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے، جنات نے کہا ہمارے رب کی بزرگی بہت بلند ہے، اس نے نہ کوئی بیوی بنائی ہے نہ بیٹا یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز سے غنی ہے اور نہ اس کو بیٹے کی حاجت ہے نہ بیوی کی ضرورت۔ جنات نے کہا ہم میں سے بیوقوف لوگ اللہ کے بارہ میں غلط باتیں کرتے تھے اور ہم گمان کیا کرتے تھے کہ اللہ پر کوئی جھوٹ نہیں باندھتا۔ اگلی آیہ پاک میں جنات کے اعتراف کا ذکر ہے کہ چند لوگ جنات کی پناہ طلب کرتے تھے، اس بناء پر ان کی سرکشی بڑھ گئی، کچھ لوگوں نے جنات کے وجود کا انکار کیا ہے جو غلط ہے اور قرآن مقدس کے واضح ارشادات سے بغاوت ہے اس راقم الحروف کو اپنی زندگی میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا، مجھے دو بزرگ آدمی ایک جلسہ میں لے

1 قاضی محمد ثناء اللہ المتوفی 1225ھ، تفسیر مظہری، ص 10/85
عبد الرحمن بن ابی بکر المتوفی 911ھ، تفسیر در منثور، ص 8/300

گئے جو بہت بڑا اجتماع تھا ایک کتب خانہ دکھایا جو بہت بڑا تھا وہ صرف ایک ہی کتاب وفاء الوفاء سے بھرا ہوا تھا، میں نے حیرت سے پوچھا یہ ایک ہی کتاب اتنی مقدار میں کیوں اور کیسے حاصل کی، اتنا بڑا اجتماع کیسے ہو گیا، انہوں نے کہا کتاب اس لئے کہ وہ آپ کو بہت پسند ہے اور یہ عظیم اجتماع اس لئے کہ سب جنات ہیں، میں گھبرا گیا تو انہوں نے کہا پریشان نہ ہوں ہم آپ کو عزت سے واپس پہنچائیں گے، میں نے گھبراہٹ میں واپسی کا سفر انتہائی خاموشی میں کیا۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝٧ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۝٨ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۝٩ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْۤ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِى الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝١٠ وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ۝١١ وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِى الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۝١٢

صدق اللہ العظیم

اور جنات نے بھی یہ گمان کر لیا جیسے تمہارا گمان ہے کہ اللہ (مرنے کے بعد) کسی کو زندہ نہیں کرے گا (۷) اور ہم نے آسمان (کی خبر) کو طلب کیا تو ہم نے دیکھا کہ وہ سخت محافظوں اور آگ کے گولوں سے بھرا ہوا ہے (۸) اور ہم اس سے پہلے (فرشتوں کی باتیں) سننے کیلئے گھات لگا کر بیٹھ جاتے تھے سو اب جو سننے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے پیچھے آگ کا شعلہ تیار پاتا ہے (۹) اور ہمیں معلوم نہیں کہ زمین والوں کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب نے ان سے بھلائی کا ارادہ کیا ہے (۱۰) اور بے شک ہم میں سے چند نیک ہیں اور کچھ اس کے خلاف ہیں (اور) ہم مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں (۱۱) اور ہم نے یہ یقین کر لیا کہ ہم ہرگز اللہ کو زمین میں عاجز نہیں کر سکتے اور نہ ہرگز اس سے بھاگ سکتے ہیں (۱۲)

جنات کااپنا عقیدہ

جنات نے کہا ہم نے آسمان کی خبر کو طلب کیا تو ہم نے دیکھا کہ وہ سخت نگرانوں اور آگ کے گولوں سے بھرا ہوا ہے اور کہا جب ہم چوری چھپے خبریں سنتے تو ہمارے پیچھے آگ کا شعلہ تیار ہوتا۔ چوری چھپے خبریں سننے میں زمین والوں سے خیر کا معاملہ ہوتا یا شر کا ہمیں معلوم نہیں۔ جنات نے کہا ہم میں اچھے بھی ہیں برے بھی، ہم مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں، چند جنات نیک ہیں اور دوسرے کچھ کم درجہ کے ہیں۔

سدی کہتے ہیں جنات میں بھی انسانوں کی طرح مختلف عقائد ہیں ان میں قدریہ بھی ہیں اور رافضی بھی ہیں اور خوارج بھی، ان میں یہود ونصاریٰ اور مجوسی بھی ہیں اور مسلمان بھی۔[1]

جنہوں نے کہا ہم نے یقین کر لیا ہے ہم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور نہ ہی اس سے بھاگ سکتے ہیں۔ جنات کو یہ بات آیات الٰہیہ میں غور وفکر سے معلوم ہوئی۔ جنات نے کہا ہم نے آیات سنیں تو ایمان لے آئے، اس بات سے واضح ہو رہا ہے ہمارے نبی کریم ﷺ انسان اور جنوں دونوں کی طرف مبعوث کئے گئے ہیں۔ نبوت کا عظیم ترین مقام نہ تو جنات میں سے کسی کو ملا نہ خواتین میں سے، جنات کا یہ کہنا کچھ ہم میں اطاعت گزار ہیں اور کچھ سرکش ہیں یعنی قرآنی آیات سننے کے بعد جنات میں اختلاف ہو گیا کچھ قرآن مقدس پر ایمان لے آئے کچھ منکر ہو گئے جنات نے کہا سرکش دوزخ کا ایندھن ہیں، رب قدوس نے فرمایا اگر وہ سیدھی راہ پر رہے تو ہم انہیں دنیا میں خیر وبرکت سے نوازتے، رزق وسیع کرتے۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖؕ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًاۙ﴿۱۳﴾ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَؕ فَمَنْ اَسْلَمَ

اور بے شک ہم نے جیسے ہی ہدایت کی بات سنی تو ہم اس پر ایمان لے آئے جو بھی اپنے رب پر ایمان لائے گا وہ نہ کسی خیر میں کمی پائے گا نہ کسی شر میں اضافہ (۱۳)

1 احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص51/10
محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی، ص15/19

فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿١٤﴾ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ
فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿١٥﴾ وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا
عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا
﴿١٦﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ
رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿١٧﴾ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ
لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿١٨﴾ وَّاَنَّهٗ لَمَّا
قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ
لِبَدًا ﴿١٩﴾

اور بے شک ہمیں کچھ اطاعت گزار ہیں اور کچھ سر کش ہیں جنہوں نے اطاعت کی انہوں نے ہدایت کا راستہ تلاش کر لیا (۱۴) رہے سر کش تو وہ دوزخ کا ایندھن ہیں (۱۵) اور اگر وہ راہ راست پر رہتے تو ہم انہیں کثیر پانی سے سیراب کرتے (۱۶) تا کہ اس میں ہم ان کی آزمائش کر دیں اور جو اپنے رب کے ذکر سے اعراض کرے گا تو وہ اُسے چڑھتے ہوئے سخت عذاب میں داخل کر دے گا (۱۷) بے شک مسجدیں اللہ کی عبادت کیلئے ہیں تو اس کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو (۱۸) اور جب اللہ کا بندہ اس کی عبادت کیلئے کھڑا ہو تو قریب تھا کہ وہ جتھا بن کر اُس پر ہجوم کر کے آجاتے (۱۹)

مساجد بیت خدا

اس آیہ نمبر ۱۳ کا معنی یہ ہوا کہ جب ہم نے قرآن پاک کی آیات سنیں تو ہم نے اللہ کی توحید اور حضور ﷺ کی رسالت کی تصدیق کی۔ معلوم ہوا حضور ﷺ انسانوں اور جنات دونوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں، جنات نے کہا ہم میں اطاعت گزار ہیں اور کچھ سر کش ہیں جنہوں نے اطاعت کی انہوں نے ہدایت کا راستہ اختیار کر لیا یعنی قرآن پاک سننے کے بعد ہم میں مختلف گروہ ہو گئے بعض ایماندار اور بعض سر کش، ایمانداروں نے حق کی راہ پا لی اور سر کش جنات دوزخ کا ایندھن ہیں اور اگر وہ سیدھی راہ پر رہتے تو ہم انہیں کثیر پانی سے سیراب کرتے۔

کثیر پانی سے کیا مراد ہے اس میں تین قول ہیں اس سے جنتوں کی طرف اشارہ ہے کیونکہ جنتوں کے نیچے دریا بہتے ہیں، ایک دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد بارش ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد عام منافع ہیں اور فوائد ہیں کہ پانی دنیا میں ہر خیر کی اصل ہے۔[1]

خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ کفار مکہ ایمان لے آئے اور سیدھی راہ پر چلے تو ان کو دنیا اور آخرت کی ہر خیر حاصل ہو گی تا کہ اس میں ہم آزمائش کریں خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مال و دولت کی نعمتیں اس لئے عطا فرمائی ہیں کہ وہ ان کی آزمائش کرے۔ مال و دولت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش اور انعام ہے تا کہ لوگوں پر ظاہر ہو جائے کہ وہ بندہ اللہ کی نعمتوں پر شکر کرتا ہے اور اطاعت کرتا ہے یا اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اللہ کی نعمتوں کو اس کی رضا میں خرچ کرتا ہے یا نفسانی خواہشات پر۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا جو رب کے ذکر سے منہ پھیرتا ہے اللہ اُسے سخت عذاب میں داخل کر دے گا رب کے ذکر سے اعراض کرنے کا معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ قرآن مجید سے اعراض کر رہا ہے، یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اعراض دنیا میں تنگی کا باعث بھی ہو جاتا ہے۔

جیسے سورۃ طٰہٰ میں واضح ارشاد ملتا ہے جو ہماری یاد سے اعراض کرے گا، اس کی زندگی میں تنگی رہے گی۔[2]

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص مال کو نیک کاموں میں خرچ نہیں کرے گا اس کی زندگی تنگی میں گزرے گی۔[3]

اس رکوع کی آخری آیہ میں فرمایا گیا مساجد اللہ کی عبادت کیلئے ہیں اس کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کریں اس آیہ پاک میں مسجد میں کی جانے والی عبادت اور اطاعت کا ذکر فرمایا گیا۔

اس آیہ پاک کے اترنے کا سبب یہ بنا، سعید بن جبیر فرماتے ہیں جنات نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا ہمارے لئے مساجد میں آنا اور آپ کے ساتھ نماز پڑھنا کیسے ممکن ہو گا جبکہ ہم آپ سے دور ہوتے ہیں تو یہ آیہ نازل ہوئی۔[4]

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مساجد سے مراد تمام روئے زمین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام روئے

---

1 حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ)، تفسیر بغوی، ص 8/241
قاضی محمد ثناء اللہ (المتوفی 1225ھ)، تفسیر مظہری، ص 10/90
2 طٰہٰ، 20:124
3 قاضی محمد ثناء اللہ (المتوفی 1225ھ)، تفسیر مظہری، ص 10/91
4 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 23/341
احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص 10/54

زمین کو حضور ﷺ کے لئے مسجد بنایا ہے۔آخری آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کے ایک عمل کا ذکر فرمایا گیا، حضور ﷺ جب مکہ مکرمہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تو مشرکین آپ کی دشمنی میں آپ کے گرد جمع ہو جاتے اور یوں لگتا جیسے وہ عنقریب آپ پر حملہ کر دیں گے۔[1]

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۰﴾
قُلْ اِنِّيْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾
قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ
مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ
وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ
نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ﴿۲۳﴾ حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا
مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ
نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾ صدق اللہ العظیم

آپ کہئے میں صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا (۲۰) آپ کہئے میں (از خود) تمہارے لئے کسی ضرر اور نفع کا مالک نہیں (۲۱) آپ کہئے بے شک مجھے اللہ (کے عذاب) سے ہرگز کوئی بچا نہیں سکتا اور نہ میں اللہ کے سوا ہرگز کوئی پناہ کی جگہ پاتا ہوں (۲۲) مگر اللہ کی طرف سے پیغامات کو پہنچانا میرے ذمہ ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو بے شک اس کیلئے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (۲۳) (یہ نہیں مانیں گے) حتی کہ اس عذاب کو دیکھ لیں جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے یہ عنقریب جان لیں گے کہ کس کے مددگار، بہت کم زور اور شمار میں بہت کم ہیں (۲۴)

مشرک کون؟

اس آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مقابلہ میں اپنی عجز و انکساری کے ظاہر کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے، اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا کہ مشرک کہتے تھے محمد (ﷺ) تم اپنا پیغام سنانا بند کر دو تم نے یہ پیغام سنا سنا کر سارے مکہ والوں کو اپنا دشمن بنا لیا ہے اگر تم پر کوئی عذاب آیا تو ہم نہیں اپنی پناہ میں رکھیں گے،

1 حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ)، تفسیر بغوی، ص 5/162
محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی، ص 19/20

اُن کے رد میں یہ آیہ پاک نازل ہوئی محبوب ! آپ کہہ دیجئے میں صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا، آپ یہ بھی کہہ دیں میں از خود تمہارے نفع نقصان کا مالک نہیں یعنی تم سے کسی ضرر کو دور کرنے پر از خود قادر نہیں نہ ہی تمہیں کوئی نفع پہنچانے پر از خود قادر ہوں۔ آپ یہ بھی کہہ دیجئے اگر بالفرض محال اللہ مجھے عذاب دے تو اللہ کے سوا مجھے اس عذاب سے کوئی بچا نہیں سکتا، آپ کہئے اللہ کی طرف سے پیغامات پہنچانا ، میرے ذمہ ہے جس کو دے کر مجھے بھیجا گیا ہے اللہ کے پیغام کو پہنچانا اللہ ہی کی طرف سے ہے اور اس کی اعانت اور توفیق سے جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔[1]

اس آیہ پاک سے معتزلہ نے استدلال کیا ہے کہ گنہگار بھی جو توبہ کے بغیر مر گیا ہمیشہ ہمیشہ دوزخمیں رہے گا، ان کا یہ استدلال صحیح نہیں اس کا معنی یہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو کم درجہ کا اور معمولی سمجھ کر نافرمانی کرے گا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ عام گنہگار خدا اور اس کے رسول کے حکم کے اس انداز میں نافرمان نہیں یا اس کا معنی یہ ہے جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی نافرمانی کو جائز اور حلال سمجھ کر نافرمانی کرے گا وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

اگلی آیہ میں فرمایا گیا یہ کفار اس وقت تک نہیں مانیں گے حتی کہ عذاب کو دیکھ لیں۔ کفار مکہ آپ کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے تھے اور آپ خدام کو کمزور سمجھتے تھے ان کے بارہ میں فرمایا گیا انہیں قیامت کو معلوم ہو جائے گا کون کمزور ہے ؟ یا غزوہ بدر سے ہی علم ہو جائے گا کون کمزور ہے، کون طاقتور ؟ کفار مکہ قیامت کو رسوا ہوں گے ان کا کوئی مددگار نہ ہو گا ان کے برخلاف مسلمان عزت کے ساتھ ہوں گے۔

وَصلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدِدِ خَلْقِہٖ

قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا ﴿۲۵﴾ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ

آپ کہئے میں (از خود) نہیں جانتا کہ جس عذاب کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے آیا وہ قریب ہے یا میرے رب نے اس کی کوئی مدت مقرر کی ہے (۲۵) وہ ہر غیب کے جاننے والا ہے وہ اپنے غیب کی ہر کسی کو اطلاع نہیں دیتا (۲۶) سوا اس رسول کے جس کو اس نے پسند کر

1 محمد بن عمر (المتوفی 606ھ)، تفسیر کبیر، ص 30/675

وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝٢٧ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۝٢٨

لیا ہے اور اُس رسول کے آگے اور پیچھے محافظ مقرر کر دیتا ہے (۲۷) تا کہ وہ دیکھ لے کہ اُنہوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے ہیں در اصل پہلے ہی اللہ ان کے حالات کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور ہر چیز کا اس نے شمار کر رکھا ہے (۲۸)

علم غیب

اس آیہ مبارکہ میں علم کی نفی نہیں، درایت کی نفی ہے۔ درایت وہ علم ہے جس کسی حیلے غور اور تدبر سے حاصل ہو اور یہ لفظ درایت اللہ تعالیٰ کیلئے استعمال نہیں ہوتا۔ حضور ﷺ کے اس ارشاد سے اپنے غور و فکر سے علم کی نفی ہے وحی کے ذریعہ خدا کی طرف سے دئے ہوئے علم کی نفی نہیں وہ غیب کے جاننے والا ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو آگاہ نہیں کرتا سوا اس کے جس کو اپنے رسولوں سے پسند کر لے۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے غیب کے دروازے ہر کسی کیلئے نہیں کھلے ہاں اپنے رسولوں سے جسے پسند کر لے اُسے عطا فرما دیتا ہے۔ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے ہاں وحی کے ذریعہ انبیاء علیہم السلام کو بھی علم غیب ہوتا ہے، یہ بات یوں سمجھ آئے گی۔ حضور ﷺ عزیز بھی ہیں جلیل بھی ہیں مگر حضور ﷺ کو محمد (عزوجل) کہنا جائز نہیں۔

آیہ مبارکہ کا یہ معنی بھی کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ اپنے غیر متناہی علوم غیبیہ پر کسی کو اطلاع نہیں دیتا، انبیاء علیہم السلام کے علوم متناہی ہیں، یہ معنی بھی کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو بعض غیوب پر مطلع فرماتا ہے اس کی مقدار رسولوں کے مرتبہ کے اعتبار سے مختلف ہوئی ہے، ہمارے رسول پاک ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں سے زیادہ علم غیب عطا فرمایا ہے جو تمام مخلوق کے علم سے زیادہ ہے۔[1]

اعلیٰ حضرت امام مولانا امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ[2] کی اس علم کے سلسلہ میں مختصر سی تحریر نہایت مفید اور کامیاب دکھائی دیتی ہے۔

---

1 نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر سمرقندی، ص 3/508

2 امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی 1865ء میں پیدا ہوئے آپ مشہور عالم دین تھے، اور آپ کی وجہ شہرت رسول اللہ ﷺ سے

فرماتے ہیں میں نے تصریح کر دی ہے اگر تمام اولین وآخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علم الٰہی سے وہ نسبت نہیں ہو سکتی جو ایک قطرے کے کروڑویں حصہ کو سمندر سے ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تمام مخلوقات کے علوم کے مقابلہ میں رسول اللہ ﷺ کا علم بھی ایسا ہے جیسے قطرہ کے مقابلہ میں سمندر اور اللہ کے علم کے مقابلہ میں رسول اللہ کے علم کی وہ نسبت بھی نہیں جو قطرے اور سمندر میں ہوتی ہے۔ اعلیٰ حضرت کے اس آخری فقرہ سے اس الزام کی شدید تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں اہل سنت رسول اللہ کو خدا سے ملا دیتے ہیں (معاذ اللہ) آخری آیہ میں ارشاد ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک کی حفاظت کیلئے ان کے آگے پیچھے محافظ فرشتے مقرر کر دیئے ہیں تا کہ ان کی پوری طرح حفاظت رہے تا کہ اللہ دیکھ لے فرشتوں نے اس کے پیغامات اس کے رسول کو پہنچا دیئے ہیں اس نے ہر شے کا شمار کر رکھا ہے کائنات کا ہر ذرہ اس کے علم میں ہے۔[1]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

محبت تھی آپ کے ہزارہا فتاویٰ کا ضخیم مجموعہ 30 جلدوں پر مشتمل فتاویٰ رضویہ کے نام سے موسوم ہے آپ بروز جمعہ 1921ء کو خالق حقیقی سے جا ملے۔

1 نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر سمرقندی، ص 3/ 509
احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص 10/ 58

سورۃ المزمل

یہ سورۃ پاک مکی ہے اس کا نام اس کی پہلی آیہ سے لیا گیا ہے۔، اس سورۃ پاک میں رب العزۃ جل مجدہٗ نے حضور ﷺ کو بڑے پیار و محبت سے ذکر فرمایا ہے اور حضور ﷺ کو بہت ہی ثابت قدمی کے ساتھ وحی پہنچانے کے فریضہ کو ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ ساتھ ہی ہمیشہ نماز قائم کرنے اور صدقات ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے فریضہ تبلیغ بجالانے، اللہ پر توکل و بھروسہ کا درس دیا گیا ہے۔ کفار و مشرکین جو عداوت و بغض رکھتے تھے ان کے بارہ میں بتایا گیا ہے محبوب ! آپ ان کی پرواہ نہ کریں ان کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیں اللہ آپ کا مددگار ہے۔ اس سورۃ پاک میں قیامت کی ہولناکیوں اور اس دن کی شدت کا ذکر ہے، نیک کاموں کی جزا اور توبہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے قرآن مجید کو ادب سے پڑھنے اور اس میں غور و فکر کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے

يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ﴿۳﴾ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ؕ﴿۴﴾ اِنَّا

اے چادر لپیٹنے والے (۱) رات کو نماز کیلئے قیام کیا کریں مگر تھوڑا (۲) نصف رات یا کم کر لیا کریں اس سے بھی تھوڑا یا بڑھا (۳) یا اس پر بڑھا دیا کریں اور قرآن مقدس خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں

سَنُلۡقِیۡ عَلَیۡكَ قَوۡلًا ثَقِیۡلًا ۵ اِنَّ
نَاشِئَةَ الَّیۡلِ هِیَ اَشَدُّ وَطۡاً وَّاَقۡوَمُ
قِیۡلًا ۶ اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ سَبۡحًا طَوِیۡلًا
۷ وَاذۡكُرِ اسۡمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلۡ اِلَیۡهِ
تَبۡتِیۡلًا ۸ رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ
لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذۡهُ وَكِیۡلًا
۹ وَاصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ وَاهۡجُرۡهُمۡ
هَجۡرًا جَمِیۡلًا ۱۰

(۴) بے شک ہم جلد ہی آپ پر ایک بھاری القا کریں گے (۵) بے شک رات کا قیام (نفس کو) سختی سے روندتا ہے اور بات کو درست کرتا ہے (۶) بے شک آپ کو دن میں بڑی مصروفیتیں ہیں (۷) اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کرو اور سب سے الگ ہو کر اسی کے ہو کر رہو (۸) شرق و غرب کا مالک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں سو اسی کو اپنا کارساز بنائے رکھو (۹) اور ان کی دکھ دینے والی باتوں پر صبر کریں اور ان سے اچھے طریقے سے الگ ہو جائیں (۱۰)

اندازِ قرأت

اس پہلی آیہ مبارکہ کے اُترنے کے سلسلہ میں کئی قول ملتے ہیں، ایک یہ کہ حضور ﷺ نے غار حرا سے واپس گھر پہنچنے پر سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مجھے چادر اوڑھا دو تو یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی۔[1]

ایک قول یہ ہے کہ حضور ﷺ نے نماز پڑھنے کیلئے اوپر چادر اوڑھ لی تھی تو یہ حکم نازل ہوا کہ چادر لپیٹنے والے اُٹھیے۔[2]

ایک قول یہ ہے کہ حضور ﷺ رات چادر لپیٹ کر لیٹے ہوئے تھے تو یہ حکم نازل ہوا، آپ کو تہجد پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ آغاز میں آپ پر رات کا قیام فرض کر دیا گیا تھا پھر آپ ایک سال تک رات کو قیام کرتے رہے

1 عبدالحق بن غالب (المتوفی 542ھ)، تفسیر البحر الوجیز (ابن عطیہ) ص 5/386

2 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 23/358

پھر اس کے بعد رات کا قیام نفل ہو گیا۔ آیہ مبارکہ میں یہ ارشاد آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دیں یا اس پر کچھ اضافہ کر دیں یہ اُسلوب بتاتا ہے تہجد فرض نہیں مستحب ہے۔[1]

نماز تہجد کا وقت رات کا آخری تہائی حصہ یا آدھی رات کے بعد کا وقت ہے، حضور ﷺ نے نماز تہجد سات رکعات بھی ادا کیں، نو رکعات بھی، گیارہ رکعات بھی پڑھیں۔ نماز جفر کی دو سنتیں اس کے علاوہ ہوتی تھیں۔ آیہ مبارکہ میں قرآن کو ترتیل سے پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، ترتیل یہ ہے کہ قرآن مجید کے خطاب کے لطائف میں غور کرو اور اپنے نفس سے قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنے کا مطالبہ کرو اور اپنے دل سے معانی سمجھنے کا مطالبہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے رات کی نماز میں قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیا تاکہ رات کے سکوت پر سکون ماحول میں ان آیات پر غور کرنے پر قادر ہو۔[2]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تلاوت کا حق یہ ہے کہ جب بندہ دوزخ کا ذکر پڑھے تو اللہ تعالیٰ سے دوزخ کی پناہ طلب کرے، جب جنت کا ذکر آئے تو جنت کا سوال کرے۔[3]

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ''ہم آپ پر بھاری کلام نازل کریں گے'' اس کی تشریح میں قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین، اللہ کے فرائض اور اس کی حدود ثقیل ہیں۔

مجاہد کہتے ہیں، قرآن مجید کے حلال وحرام ثقیل میں حسن بصری علیہ الرحمہ کہتے ہیں عمل کرنا ثقیل ہے۔[4]

ایک قول یہ ہے ثقیل سے مراد ہے ''لا الہ الا اللہ'' حدیث شریف میں ہے یہ کلمہ زبان پر ہلکا ہے، میزان میں بھاری ہے۔ رات کو اٹھنا نفس پر بھاری ہے، '' اَشَدُّ وَطْأً '' کا معنی ہے رات کو اٹھنا دن کی نسبت نفس پر بھاری ہے، ''وطا'' کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے رات کو عبادت کرنے میں دل کی زیادہ موافقت ہوتی ہے، فرمایا دن میں آپ کی مصروفیات بہت ہوتی ہیں اس لئے یکسوئی سے اللہ کو یاد کرنے کیلئے رات کے اوقات مخصوص رکھیں، اپنے رب کا نام ذکر کرتے رہیں اور باقی سب سے منقطع ہو کر اُسی کے ہو کر رہیں یعنی اللہ کے خزانوں کا

---

1 محمد بن عمرو (المتوفی 538ھ)، تفسیر زمخشری، ص4/ 634
2 حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ)، تفسیر بغوی، ص1/ 69
3 عبد الرحمن بن محمد (المتوفی 327ھ)، تفسیر ابن ابی حاتم، ص1/ 218
4 محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی، ص1/ 38

متلاشی رہ جائے وہی مشرق و مغرب کا رب ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں جب یہ یقین ہو گیا کہ وہی مشرق و مغرب کا رب ہے تو تمام اُمیدیں منقطع ہو کر اللہ کے ساتھ قائم ہوں گی۔[1]

اگلی آیہ پاک میں کافروں کی باتوں پر صبر کا حکم دیا گیا ہے، آپ ان سے انتقام لینے کے درپے نہ ہوں اس کے بعد قتال کے حکم نے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔

وَصلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَذَرۡنِىۡ وَالۡمُكَذِّبِيۡنَ اُولِى النَّعۡمَةِ
وَمَهِّلۡهُمۡ قَلِيۡلًا ﴿۱۱﴾ اِنَّ لَدَيۡنَاۤ اَنۡكَالًا
وَّجَحِيۡمًا ﴿۱۲﴾ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا
اَلِيۡمًا ﴿۱۳﴾ يَوۡمَ تَرۡجُفُ الۡاَرۡضُ
وَالۡجِبَالُ وَكَانَتِ الۡجِبَالُ كَثِيۡبًا
مَّهِيۡلًا ﴿۱۴﴾ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡكُمۡ رَسُوۡلًا ۙ
شَاهِدًا عَلَيۡكُمۡ كَمَاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰى
فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا ﴿۱۵﴾ فَعَصٰى فِرۡعَوۡنُ
الرَّسُوۡلَ فَاَخَذۡنٰهُ اَخۡذًا وَّبِيۡلًا ﴿۱۶﴾
فَكَيۡفَ تَتَّقُوۡنَ اِنۡ كَفَرۡتُمۡ يَوۡمًا
يَّجۡعَلُ الۡوِلۡدَانَ شِيۡبًا ﴿۱۷﴾ السَّمَآءُ
مُنۡفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ كَانَ وَعۡدُهٗ مَفۡعُوۡلًا ﴿۱۸﴾ اِنَّ

اور مالدار جھٹلانے والوں کو مجھ پر چھوڑ دیں اور انہیں کچھ مہلت دیں (۱۱) بے شک ہمارے پاس ان کیلئے بیڑیاں اور بھڑکتی آگ ہے (۱۲) اور (حلق میں) پھنسنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے (۱۳) جس دن زمین اور پہاڑ کانپنے لگیں گے اور پہاڑ ریت کا بکھرا ہوا ٹیلا بن جائیں گے (۱۴) بے شک ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا جو تم پر گواہ ہے جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا (۱۵) پس فرعون نے (اس) رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اُسے سخت گرفت سے پکڑ لیا (۱۶) تو اگر تم نے اس کا انکار کیا تو تم اس دن کے عذاب سے کیسے بچ سکو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا (۱۷) آسمان اس کی شدت سے پھٹ جائے گا اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا (۱۸) بے شک یہ آیات نصیحت

1 مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 4/811
یحیٰی بن سلام (المتوفی 200ھ)، تفسیر یحیٰی بن سلام، ص 2/625
120 نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر سمرقندی، ص 3/510

هٰذِهٖ تَذۡكِرَةٌ ۚ فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيۡلًا ﴿۱۹﴾ ہیں سو جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرے (۱۹)

فرعون کی نافرمانیاں

اس آیہ کریمہ میں رب العزۃ جل مجدہٗ اپنے حبیب کریم ﷺ سے پیار و محبت کا انداز فرمارہا ہے محبوب کفار و مشرکین کی ایذا رسانیوں پر آپ خود ان سے انتقام نہ لیں ان جھٹلانے والوں سے آپ کی بجائے میں خود انتقام لوں گا اور آپ خود ہو جائیں گے چنانچہ کفار سے انتقام جنگ بدر میں لیا گیا۔ ۳۱۳ نے دشمن کو لوہے کے چنے چبا دیئے ستر مارے گئے اور ستر قیدی بنائے گئے ، انتقام کی ایک صورت یہ کہ قیامت کو سخت عذاب میں مبتلا کر دیئے جائیں گے ، تھوڑی سی مہلت دینے کا معنی یہ ہے کہ دنیا چند روز ہے آخر قیامت آئے گی ، ان کی گرفت ہو گی اور یہ رُسوا ہوں گے بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی آگ حلق میں پھنسنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہو گا۔

یہ بیڑیاں اُن کے بھاگ جانے کے ڈر سے نہیں ہوں گی بلکہ انہیں رسوا کرنے کیلئے ہوں گی ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ہے حضور ﷺ نے فرمایا دوزخ والوں پر آگ کے سانپ گرائے جائیں گے اگر ان میں سے کوئی سانپ مشرق والوں پر پھونک مارے تو مغرب والوں کو جلادے گا۔ قیامت کے ہیبت ناک منظر کا ذکر فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دے گا وہ پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کا منظر پیش کریں گے پھر وہی پہاڑ ریت کے ٹیلے کا منظر پیش کریں گے پھر اللہ انہیں چلائے گا تو وہ رواں دواں ہو جائیں گے۔

اگلی آیہ کریمہ میں رب قدوس جل مجدہٗ نے حضور ﷺ کی بعثت کو موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے تشبیہ دی گئی ہے ان آیات مبارکہ میں اہل مکہ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا تو ہم نے اس پر سخت عذاب مسلط کر دیا اگر تم نے بھی وہی فرعون کا طریقہ اختیار کیا تو سخت عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے جیسے فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو حقیر سمجھا کہ موسیٰ علیہ السلام وہیں بڑھے ایسے ہی اہل مکہ نے حضور ﷺ کو حقیر جانا کہ آپ بھی ان میں رہے تھے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اِنَّ رَبَّكَ يَعۡلَمُ اَنَّكَ تَقُوۡمُ اَدۡنٰى مِنۡ ثُلُثَىِ الَّيۡلِ وَنِصۡفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآٮِٕفَةٌ مِّنَ الَّذِيۡنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنۡ لَّنۡ تُحۡصُوۡهُ فَتَابَ عَلَيۡكُمۡ فَاقۡرَءُوۡا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنۡ سَيَكُوۡنُ مِنۡكُمۡ مَّرۡضٰى ۙ وَاٰخَرُوۡنَ يَضۡرِبُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ يَبۡتَغُوۡنَ مِنۡ فَضۡلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوۡنَ يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۖ فَاقۡرَءُوۡا مَا تَيَسَّرَ مِنۡهُ ۙ وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقۡرِضُوا اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوۡا لِاَنۡفُسِكُمۡ مِّنۡ خَيۡرٍ تَجِدُوۡهُ عِنۡدَ اللّٰهِ هُوَ خَيۡرًا وَّاَعۡظَمَ اَجۡرًا ؕ وَاسۡتَغۡفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۲۰﴾

بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ کبھی دو تہائی رات کے قریب قیام کرتے ہیں اور کبھی آدھی رات تک اور کبھی ایک تہائی رات تک اور آپ کے ساتھ جو لوگ ہیں ان میں سے ایک جماعت بھی قیام کرتی ہے اور اللہ رات اور دن کا اندازہ فرماتا ہے اللہ کو علم ہے کہ اے مسلمانوں تم ہر گز اس قیام کا شمار نہیں کر سکو گے سو اس نے تمہاری توبہ قبول فرمائی پس جتنا تم آسانی سے قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو اور اللہ کو علم ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ لوگ زمین میں سفر کریں گے اللہ کے فضل کو تلاش کرتے ہوئے اور کچھ لوگ دوسرے لوگ اللہ کی راہ میں قتال کر رہے ہوں گے پس تم جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور اللہ کو اچھا قرض دو اور تم اپنی بھلائی کیلئے جو کچھ آگے بھیجو گے اس کو اللہ کے پاس اس سے بہتر اور زیادہ ثواب ہے ، اور اللہ سے مغفرت طلب کرتے رہو بے شک اللہ بہت مغفرت فرمانے والا ہے بے حد رحم فرمانے والا ہے (۲۰)

علیم الٰہی

اس آیہ مبارکہ کا معنی یہ ہے کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کیلئے دو تہائی سے کچھ کم بھی تہجد کی نماز پڑھتے تھے اور کبھی آدھی رات تک بھی اور کبھی ایک تہائی رات تک نماز پڑھتے ہیں اور آپ کے ساتھ مسلمانوں کی جماعت بھی نماز تہجد پڑھتی ہے اور اللہ ہی رات اور دن کا اندازہ فرماتا ہے اس لئے اس نے حکم میں نرمی

فرمادی اور رات کے اس قیام کی فرضیت کو منسوخ فرمایا پھر جب پانچ نمازیں فرض ہوئیں تو تہجد کی اتنی مقدار کی فرضیت بھی منسوخ ہو گئی۔[1]

ساتھ ہی یہ حکم فرمادیا گیا کہ جتنا آسانی کے ساتھ قرآن پڑھ سکو پڑھ لیا کرو، نماز تہجد کی فضیلت کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص کی ایک روایت ملتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا جس شخص نے رات کو ۱۰ آیات کے ساتھ قیام کیا اس کا نام غافلین میں نہیں لکھا جائے گا جس نے سو آیات کے ساتھ قیام کیا اس کا نام قانتین میں لکھا جائے گا اور جس نے ہزار آیات کے ساتھ قیام کیا اس کا نام پل بنانے والوں میں لکھا جائے گا۔[2]

اگلی آیہ پاک میں نماز تہجد کی فرضیت منسوخ ہونے کی توجیہہ فرمائی گئی ہے کہ اللہ کو علم تھا کچھ لوگ بیمار ہوں گے اور تہجد نہیں پڑھ سکیں گے، کچھ تجارت میں مصروف ہوں گے اور سفر میں ہوں گے تو تہجد نہیں پڑھ سکیں گے کچھ لوگ جہاد کے کاموں میں مصروف ہوں گے اگر دن کی تھکاوٹ رات سو کر نہ دور کریں گے تو جہاد کی ادائیگی میں کمی آئے گی اس لئے اللہ تعالیٰ نے تہجد کی فرضیت کو منسوخ کر دیا۔

اس کے بعد فرمایا نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو یہاں زکوٰۃ سے مراد نفلی صدقات ہیں اس لئے کہ زکوٰۃ مدینہ منورہ میں فرض ہوئی اور سورۃ المزمل مکی سورت ہے۔[3]

''اللہ کو قرض دو'' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں اچھا مال دیا جائے، یہ معنی بھی کیا گیا ہے جو نیک کام کیا جائے نیک نیتی سے کیا جائے، یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ اس سے مراد تمام صدقات ہیں۔[4]

اس کے بعد فرمایا گیا تم اپنی بھلائی کیلئے جو کچھ آگے بھیجو گے اللہ کے پاس اس سے زیادہ بہتر ہے اور زیادہ ثواب پاؤ گے فرمایا اللہ سے مغفرت طلب کرتے رہو وہ بہت مغفرت فرمانے والا ہے، اپنے گناہوں پر معافی مانگتے رہو، خاص کر کے جب تم رات کو اُٹھ کر نماز پڑھو تو استغفار کرو، تہجد کا وقت استغفار کا بہترین وقت ہے۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

1 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 21/509
2 سلیمان بن اشعث (المتوفی 275ھ)، سنن ابوداؤد، باب تخریب القران الرقم 1398 ص 2/56
3 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 22/412
4 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 22/412

سورۃ المدثر

اس سورۃ پاک کے نازل ہونے کا سبب یہ بنا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ولید بن مغیرہ نے قریش کی دعوت کی، مکہ کے لوگ شامل ہوئے حضور ﷺ کے خلاف باتیں شروع ہوئیں کسی نے حضور کو شاعر کہا، کسی نے جادوگر کہا، کسی نے کاہن کہا جب یہ خبر حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ چادر لپیٹے سر کو جھکائے ہوئے باہر تشریف لائے تو یہ حکم نازل ہوا۔[1]

ابو سلمہ بن عبد الرحمان کہتے ہیں سب سے پہلی وحی یہی سورت ہے۔[2]

حافظ ابن حجر کہتے ہیں اس سورۃ کے پہلے نازل ہونے کا معنی یہ ہے کہ " اقرأ باسم ربك الذی خلق " کے نزول کے بعد وحی آنی بند ہوئی تو اس کے بعد جو پہلی وحی نازل ہوئی یہ سورۂ پاک ہے سب سے اول " اقرأ باسم ربك الذی خلق " مستند قول ہے۔[3]

اس سورۃ پاک میں قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر فرمایا گیا ہے اور اس دن کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے حضور ﷺ کو جادوگر کہنے والے کو دوزخ کی وعید سنائی گئی ہے، اس سورۃ میں رب قدوس نے قسم اُٹھا کر فرمایا کہ

1 نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر سمرقندی، ص 3/514
2 اسماعیل بن عمر (المتوفی 744ھ)، تفسیر ابن کثیر، ص 8/249
3 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب وداولا سواعا الرقم 4922 ص 6/161

دوزخ کا عذاب سخت بھاری ہے۔ بڑی مصیبت ہے ایمانداروں کو نجات کی خوشخبری سنائی گئی ہے، حضور ﷺ کو دین کی تبلیغ کے حکم کے ساتھ دشمنوں کی مصیبتوں پر صبر کرنے کا فرمایا گیا ہے۔ [1]

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ﴿۱﴾ قُمْ فَاَنْذِرْ ۪ۙ﴿۲﴾ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ
﴿۳﴾ۙ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۪ۙ﴿۴﴾ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۪ۙ﴿۵﴾ وَلَا
تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۪ۙ﴿۶﴾ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ؕ﴿۷﴾ فَاِذَا نُقِرَ
فِي النَّاقُوْرِ ۙ﴿۸﴾ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ
﴿۹﴾ۙ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ﴿۱۰﴾ ذَرْنِيْ وَمَنْ
خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا
﴿۱۲﴾ۙ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ۙ﴿۱۳﴾ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ۙ﴿۱۴﴾ ثُمَّ
يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ۙ﴿۱۵﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا
عَنِيْدًا ؕ﴿۱۶﴾

اے چادر لپیٹنے والے (۱) اُٹھیے اور (لوگوں کو) ڈرایئے (۲) اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کیجئے (۳) اور اپنے لباس کو پاک رکھئے (۴) اور بتوں سے دور رہیے (۵) اور زیادہ لینے کی نیت سے کسی پر احسان نہ کیجئے (۶) اور اپنے رب کی رضا کیلئے صبر کیجئے (۷) اور پھر جب صور پھونکا جائے گا (۸) تو وہ دن بڑا سخت دن ہو گا (۹) کفار پر آسان نہ ہو گا (۱۰) آپ چھوڑ دیجئے مجھے اور جس کو میں نے تنہا پیدا کیا (۱۱) اور اس کو بہت سا مال دے دیا (۱۲) اور بیٹے دیئے جو پاس رہنے والے ہیں (۱۳) اور ہر قسم کا سامان مہیا کر دیا (۱۴) پھر طمع

صدق اللہ العظیم

1 احمد بن علی العسقلانی، فتح الباری، ص 8/678

کرتا ہے کہ میں اُسے مزید دوں (۱۵) ہر گز نہیں وہ
ہماری آیتوں کا سخت دشمن ہے (۱۶)

طہارت ظاہری و باطنی

ان آیات مبارکہ کا مفہوم یہ ہے حضور ﷺ سے فرمایا گیا اے چادر میں لپٹے ہوئے محبوب! اُٹھئے اور لوگوں کو حق کا پیغام سنائیں، یا یوں معنی کیا جائے اے محبوب! آپ جو خلق عظیم کے لباس سے ملبوس ہیں اُٹھیں اور لوگوں کو پیغام حق سنائیں اور تبلیغ کے فریضہ میں مصروف ہو جائیں۔[1]

محبوب اُٹھئے اور دین کا کام کریں اگر وہ ایمان نہ لائیں تو انہیں خدا کا ڈر سنائین ان کے سامنے اللہ کی بڑائی بیان کریں، اللہ کے بارہ میں جو ان کے غلط عقائد ہیں ان کی تردید کریں وہ لوگ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراے ہیں خدا کیلئے اولاد مانتے ہیں آپ انکی اصلاح کریں اور اللہ کی بڑائی بیان کریں یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ آپ " اللہ اکبر" کہئے، میدان عمل میں آیئے اور لوگوں کو ڈرائیں کہ وہ خدا کے غضب سے بچیں اور اپنی اصلاح کریں اپنے لباس کو پاک رکھنے کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ اپنے کپڑوں کو معصیت اور عہد شکنی سے آلودہ نہ کریں۔ یہ معنی تو واضح ہے کہ اپنے لباس کو نجاست کی آلودگی سے پاک رکھیں، یہ حکم بتاتا ہے کہ اسلام پاکیزگی طہارت صفائی کا کس قدر قائل ہے۔[2]

اسلام چاہتا ہے کہ کپڑے پاک ہوں، اعضاء پاک ہوں، دل و دماغ پاک طیب طاہر ہوں، یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ دین کا کام کرنے والوں کو اپنا لباس طیب طاہر رکھنا چاہئے کہ دوسرے لوگ بھی متاثر ہو کر پاکیزگی کا خیال کریں۔ یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ اپنے دل کو مشرکین کے اخلاق سے پاک رکھیں۔

"المدثر" کا یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ اے نبوت کی چادر لپیٹنے والے آپ اپنے کو بے صبری، غصہ، کینہ سے پاک رکھیں کہ یہ اوصاف نبوت کے لائق نہیں، بتوں سے نفرت اور علیحدگی پر ثابت قدمی کا حکم دیا گیا ہے۔ زیادہ لینے کیلئے کسی پر احسان سے منع فرمایا اور مشکلات پر صبر کا حکم دیا گیا ہے۔ دینی کاموں میں یہ صورت پیدا نہ ہو کہ زیادہ لینے کی غرض سے کسی پر احسان جتایا جائے۔ ان آیات مبارکہ میں دین کیلئے تبلیغ کے اصول واضح طور پر

---

1 نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر، سمرقندی، ص 3/514

2 مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 4/490

دکھائی دے رہے ہیں۔[1]

اگلی آیہ پاک میں قیامت کے دن کی ہیبت فرمائی جارہی ہے جب صور میں پھونک ماری جائے گی تو وہ دن بڑا مشکل ہوگا کفار پر شدید بھاری ہوگا، ان سے سخت حساب لیا جائے گا ان کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں ہوگا، ان کے چہرے سیاہ ہوں گے بر سر محشر رُسوا ہوں گے۔ ان کے برعکس ایمانداروں کے چہرے سفید روشن ہوں گے ان کی نیکیوں کے پلڑے بھاری ہوں گے۔ اگلی آیات مبارکہ " ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا "ین ولید بن مغیرہ کی مذمت میں آئیں، حضور ﷺ سے فرمایا محبوب! ولید بن مغیرہ کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیں، آپ انتقام لینے کے درپے نہ ہوں، میں نے اس کیلئے بہت مال مہیا کیا اولاد دی پھر بھی یہ چاہتا ہے کہ اسے اور ملے ایسا ہر گز نہیں ہوگا کہ وہ ہماری آیات کا دشمن ہے۔[2]

وَصلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ﴿۱۷﴾ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿۱۸﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ﴿۲۴﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿۲۵﴾ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾

صدق اللہ العظیم

عنقریب اُسے صعود پر چڑھاؤں گا (۱۷) بے شک اس نے سوچا اور فیصلہ کیا (۱۸) اس پر (اللہ کی) مار ہو اس نے کیسا فیصلہ کیا (۱۹) اس پر پھر (اللہ) کی مار ہو اس نے کیسا فیصلہ کیا (۲۰) پھر اُس نے غور کیا (۲۱) پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑا (۲۲) پھر اس نے اعراض کیا اور تکبر کیا (۲۳) پھر کہا یہ (قرآن) تو وہی جادو ہے جو پہلے سے نقل ہوتا آیا ہے (۲۴) یہ تو صرف بشر کا کلام ہے (۲۵) پس عنقریب اُسے دوزخ میں داخل کر دوں گا (۲۶) اور آپ کو کیا معلوم کہ دوزخ کیا ہے (۲۷) نہ وہ باقی رکھتی ہے نہ چھوڑتی ہے (۲۸) کھال کو جھلسانے والی ہے (۲۹) اس پر انیس فرشتے مقرر ہیں (۳۰)

جادو کی حقیقت

1 عبدالحق بن غالب (المتوفی 542ھ)، تفسیر المحرر الوجیز (ابن عطیہ) ص 5/392

2 محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی، ص 19/45

ان آیات مبارکہ میں ولید کی سزا کا ذکر فرمایا گیا کہ اُسے ''صعود'' پر چڑھاؤں گا اس لئے کہ وہ ہماری آیتوں کا سخت دشمن تھا کہ وہ اللہ کی توحید، حضور ﷺ کی نبوت اور قیامت کا منکر تھا۔ اُسے ''عنید'' فرمانے کی ایک وجہ اور بھی ہے کہ وہ حضور کو دل سے تو پہچانتا تھا مگر محض ضد عناد کے پیش نظر زبان سے انکار کرتا تھا۔[1]

اس آیہ میں اُسے "صعود" پر چڑھانے کی سزا کا ذکر ہے۔ "صعود" دوزخ کی ایک گھاٹی کا نام ہے حضور ﷺ نے فرمایا ''الصعود'' دوزخ میں ایک پہاڑ ہے جس کی چڑھائی ستر سال کی ہے پھر اس سے اتنے ہی سال گرتا رہے گا۔[2]

ان آیات مبارکہ سے اس پر قہرالٰہی دکھائی دیتا ہے اس پر مار ہو پھر مار ہو پھر مار ہو اس نے کیسا فیصلہ کیا، تیوری چڑھائی، منہ بگاڑا۔ ان ارشادات سے معلوم ہوتا ہے اس نے کافی غور و خوض کے بعد حضور ﷺ کی نبوت کے خلاف ایک شبہ تیار کیا ہے چونکہ وہ دل سے جانتا تھا حضور سچے ہیں مگر محض تعصب عناد تھا جس کے سبب منہ بگاڑتا۔ ولید نے قسم کھا کر یہ بھی کہا تھا محمد (ﷺ) کا کلام حق ہے کسی جن کا کلام نہیں، اس پر قریش نے کہا ولید نے دین بدل لیا ہے، ابو جہل ایک غمگیں شکل بنا کر ولید کے پاس گیا اور کہا تم نے دین بدل لیا ہے تاکہ تم محمد (ﷺ) کے دستر خوان سے فائدہ اٹھا سکو، اس نے کہا ایسا نہیں، ولید کی اس گفتگو سے پتہ چلتا ہے وہ محض متعصب تھا، عنادی تھا سرکش تھا دل سے جانتا تھا محمد (ﷺ) حق ہیں۔ میں اس متعصب کو دوزخ میں ڈالوں گا وہ دوزخ کیا ہے نہ وہ باقی رکھتی ہے نہ چھوڑتی ہے، کھال کو جھلسا دیتی ہے اس پر انیس فرشتے مقرر ہیں۔ یہ تفسیر بھی کی گئی ہے کہ انیس قسم کے فرشتے مقرر ہیں یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ فرشتوں کی انیس صفیں ہیں، دوزخیوں پر سخت ہیں جہاں چاہیں دوزخ میں پھینک دیں۔[3]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 426/23

2 مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 495/4

3 محمد بن عبداللہ (المتوفی 1270ھ)، تفسیر روح المعانی، ص 140/15

عبداللہ بن احمد (المتوفی 710ھ)، تفسیر نسفی (مدارک التنزیل)، ص 261/5

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿٣١﴾

اور ہم نے دوزخ کے محافظ صرف فرشتے بنائے ہیں اور ہم نے ان کی یہ تعداد صرف کافروں کی آزمائش کیلئے مقرر کی ہے تا کہ اہل کتاب یقین کر لیں اور ایمان والوں کا ایمان اور زیادہ ہو جائے اور نہ اہل کتاب شک کریں اور نہ ایمان والے اور تا کہ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے وہ اور کفار یہ کہیں کہ اللہ نے اس (عجیب بات) کو بیان کرنے سے کیاارادہ کیا ہے اسی طرح اللہ جس میں چاہے گمراہی پیدا کرتا ہے اور جس میں چاہے ہدایت پیدا کر دیتا ہے اور اللہ کے لشکروں کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ صرف بشر کیلئے نصیحت ہے (۳۱)

داروغہ جہنم

اس آیہ مبارکہ میں کفار ومشرکین کے اس تنقید اور مذاق کا جواب دیا جارہا ہے جوانہوں نے دوزخ کے محافظ فرشتوں کی تعداد پر کیا تھا کہ جہنم کے بے شمار افراد کی نگرانی اور حفاظت کیلئے انیس فرشتوں کی تقرر حیرانگی ہے۔اس ارشاد میں فرمایا گیا حکمت یہ ہے کہ جن کے دلوں میں کفر ہے اور وہ کسی مصلحت کی وجہ سے اپنا کفر ظاہر نہیں کر رہے تو ان کا وہ کفر بھی واضح ہو جائے نیز اہل کتاب کو بھی واضح ہو جائے کہ حضور ﷺ واقعی اللہ کے رسول ہیں اور وہ اپنے رب کا پیغام سنارہے ہیں اور ایماندار اپنے شرح صدر کے ساتھ اس عدد کو تسلیم کر کے اپنے ایمان میں اور قوت پیدا کر لیں، رہا اہل کتاب کا یقین کرنا تو اس کے بارہ میں علماء نے لکھا ہے کہ اہل کتاب کی کتابوں میں بھی دوزخ کے محافظ فرشتوں کی تعداد اُنیس درج ہے اگر آج توراۃ، زبور میں یہ تعداد نہیں مل رہی ہے تو ہو سکتا ہے یہ تحریر کسی تحریف کا نشانہ بن گئی ہو تمام اہل کتاب توہٹ دھرم نہیں بعض اچھے بھی ہوں گے جو آپ کی شرافت اخلاص محنت دین سے دل لگی کو دیکھ کر قائل بھی ہو جائین گے، یہ بات بھی ہو سکتی ہے کہ اہل کتاب نے اس مقدار پر ہنگامہ کھڑا کیا، شور مچایا کہ دوزخ کے محافظ فرشتوں کی تعداد انیس کیوں ہے-؟ مگر حضور

ﷺ نے ان کی مخالفت کی پرواہ نہیں کی اور آپ اس انداز میں حق بیان فرماتے رہے تو لوگوں کو یقین آگیا کہ مخالفت کے باوجود حق بات پر ڈٹا رہنا یہ عام آدمی کے بس کی بات نہیں، یہ کام پیغمبر ہی کر سکتا ہے۔ جن لوگوں کے دلوں میں کفر کی بیماری ہے وہ کہتے ہیں یہ تعداد بیان نہ کی جاتی تو کیا حرج تھا ایسی باتیں وہی لوگ کرتے ہیں جن کے دلوں میں نور ایمان نہیں اگرچہ مکہ مکرمہ میں منکرین کی تعداد خاصی تھی پھر بھی کچھ لوگ ایسے تھے جنہوں نے اسلام تو قبول نہیں کیا تھا، اسلامی تعلیم کے سلسلہ شک و شبہ میں مبتلا تھے۔ فرشتوں کی تعداد کا ذکر کر کے فرمایا اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اس ارشاد کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل و فکر کی صلاحیتیں بخشی ہیں اور آزادی دی ہے وہ جسے چاہے استعمال کرے اگر نیکی کیلئے استعمال کرنا ہے تو اللہ اُسے ہدایت دے دیتا ہے اگر وہ گمراہی کیلئے استعمال کرتا ہے تو اللہ اُسے حق سے دور کر دیتا ہے کسی کو مجبور نہیں کرتا، اللہ رب العزۃ کے لشکروں کو کوئی نہیں جان سکتا صرف وہی جانتا ہے کفار و مشرکین کو کیا پتہ کہ اس کے لشکروں کی تعداد کیا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿٣٢﴾ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ﴿٣٣﴾ وَالصُّبْحِ
اِذَآ اَسْفَرَ ﴿٣٤﴾ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ﴿٣٥﴾ نَذِيْرًا
لِّلْبَشَرِ ﴿٣٦﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ
يَتَاَخَّرَ ﴿٣٧﴾ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ
﴿٣٨﴾ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ﴿٣٩﴾ فِيْ جَنّٰتٍ ۛ
يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٤٠﴾ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٤١﴾ مَا
سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿٤٢﴾ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ
الْمُصَلِّيْنَ ﴿٤٣﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ
﴿٤٤﴾ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَكُنَّا

ہاں چاند کی قسم (۳۲) اور رات کی قسم جب وہ جانے لگے (۳۳) اور صبح کی جب وہ روشن ہو (۳۴) بے شک دوزخ بہت بڑی چیزوں سے ایک ہے (۳۵) بشر کو ڈرانے والی ہے (۳۶) تم میں سے ہر اس شخص کیلئے (ڈرانے والی) ہے (جو نیکی میں) آگے بڑھے یا (برائی کی وجہ سے) پیچھے رہ جائے (۳۷) ہر شخص اپنے عمل کے بدلہ میں گروی ہے (۳۸) ماسوا دائیں طرف والوں کے (۳۹) وہ جنتوں میں ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہوں گے (۴۰) مجرموں کے متعلق (۴۱) (وہ مجرموں سے کہیں گے) تمہیں کس (جرم) نے دوزخ میں داخل کیا (۴۲) وہ کہیں گے ہم نماز پڑھنے والوں میں نہ تھے (۴۳) اور ہم مسکینوں کو کھانا نہیں

نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٤٦﴾ حَتّٰٓى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿٤٧﴾ کھلاتے تھے (۴۴) اور اہل باطل کے ساتھ مل کر حق سے انکار کرتے تھے (۴۵) اور ہم جزا کے دن کو جھٹلاتے تھے (۴۶) حتی کہ ہم پر یقینی شے آگئی (موت نے آلیا) (۴۷)

جنتیوں اور جہنمیوں کی گفتگو

پچھلی آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا کہ یہ صرف بشر کیلئے نصیحت ہے رب قدوس جل مجدہ نے چاند کی قسم اٹھا کر فرمایا کوئی شخص یہ گمان کرے کہ کفار مکہ نے بھی ہدایت حاصل کر لی ہے تو اللہ انکار فرما رہا ہے کہ ایسا ہر گز نہیں یعنی انہوں نے ہدایت حاصل نہیں کی یا اُس شخص پر انکار کیا گیا ہے جو یہ کہتا تھا کہ وہ دوزخ کے فرشتوں کا مقابلہ پر قادر ہے یا ان لوگوں پر انکار ہے جو دزخ کے فرشتوں کی تعداد کا مذاق اُڑاتے تھے پھر چاند کی اور رات کی اور روشن صبح کی قسم اُٹھا کر فرمایا بے شک دوزخ بہت بڑی چیزوں سے ایک ہے، یہ دوزخ بشر کو ڈرانے والی ہے یا جو شخص نیکی میں آگے بڑھنا چاہے اس کے حق میں دوزخ ڈرانے والی ہے فرمایا ہر شخص اپنے عمل کے بدلہ میں گروی ہے یعنی اس کے عمل کے مطابق اس سے معاملہ کیا جائے گا اگر اعمال اچھے ہیں تو معاملہ بہتر ہو گا وہ اپنے کو عذاب سے بچائے گا اگر اعمال برے ہوتے تو عذاب میں مبتلا ہو گا۔ دائیں پہلو والے اپنے کو بچائیں گے۔ وہ کون ہیں؟ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ مسلمانوں کی اولاد ہیں جو مکلّف نہیں تھے انہوں نے کوئی کسب نہیں کیا جس کی وجہ سے گروی ہوں یہ معنی بھی کیا گیا ہے وہ اہل جنت ہوں گے یہ معنی بھی کیا گیا ہے وہ مخلص مسلمان ہیں جن کے نفوس کو گروی نہیں رکھا جائے گا۔[1]

اہل جنت مجرموں سے پوچھیں گے تمہیں دوزخ میں کس شے نے ڈالا تو وہ کہیں گے ہم نمازیوں میں نہ تھے مساکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے، لغو باتوں میں مشغول رہے تھے قیامت کے دن کو جھٹلاتے تھے حتی کہ ہم پر موت آگئی۔ آیہ مبارکہ سے واضح ہے نماز نہ پڑھنا، غربا کو کھانا نہ دینا، لغویات میں مصروف رہنا، قیامت کے دن کو جھٹلانا، عذاب کا سبب ہو گا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

---

1 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 23/449
نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر سمرقندی، ص 3/518

فَمَا تَنۡفَعُهُمۡ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيۡنَ ؕ﴿۴۸﴾ فَمَا لَهُمۡ
عَنِ التَّذۡكِرَةِ مُعۡرِضِيۡنَ ﴿ۙ۴۹﴾ كَاَنَّهُمۡ حُمُرٌ
مُّسۡتَنۡفِرَةٌ ﴿ۙ۵۰﴾ فَرَّتۡ مِنۡ قَسۡوَرَةٍ ؕ﴿۵۱﴾ بَلۡ يُرِيۡدُ
كُلُّ امۡرِیًٴ مِّنۡهُمۡ اَنۡ يُّؤۡتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿۵۲﴾
ۙ كَلَّا ؕ بَلۡ لَّا يَخَافُوۡنَ الۡاٰخِرَةَ ﴿ؕ۵۳﴾ كَلَّاۤ اِنَّهٗ
تَذۡكِرَةٌ ﴿ۚ۵۴﴾ فَمَنۡ شَآءَ ذَكَرَهٗ ؕ﴿۵۵﴾ وَمَا يَذۡكُرُوۡنَ
اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ هُوَ اَهۡلُ التَّقۡوٰى وَاَهۡلُ
الۡمَغۡفِرَةِ ﴿۵۶﴾

توشفاعت کرنے والوں کی شفاعت انہیں کوئی فائدہ نہ دے گی (۴۸) تو انہیں کیا ہوا وہ نصیحت سے اعراض کر رہے ہیں (۴۹) گویا وہ بدکے ہوئے وحشی گدھے ہیں (۵۰) جو شیر سے بھاگ رہے ہیں (۵۱) بلکہ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ کھلے ہوئے آسمانی صحیفے اس کے ہاتھ میں دے دئے جائیں (۵۲) ہر گز نہیں بلکہ یہ لوگ آخرت سے ڈرتے نہیں (۵۳) ہر گز نہیں بے شک یہ نصیحت ہے (۵۴) سو جو چاہے اس نصیحت کو قبول کرے (۵۵) اور وہ صرف اللہ کے چاہنے سے ہی نصیحت کو قبول کریں گے وہی اس کا مستحق ہے کہ اُس سے ڈرایا جائے اور مغفرت فرمانا اسی کی شان ہے (۵۶)

کیا شفاعت حق ہے

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا انہیں شفاعت کرنے والوں کی شفاعت فائدہ نہیں دے گی جس سے واضح ہو رہا ہے فاسق گنہگار مومنین کو شفاعت کام دے گی ورنہ کفار اور فاسق مومنین میں فرق نہیں رہے گا اس سلسلہ میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی تائید ہے

حضرت جابر رضی اللعنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا میری شفاعت میری راحت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کیلئے ہو گی۔[1]

1 محمد بن عیسیٰ ترمذی (المتوفی 279ھ)، الجامع ترمذی، باب منه الرقم 2436 ص 4/ 625
محمد بن یزید (المتوفی 273ھ)، سنن ابن ماجه، باب ذکر الشفاعة الرقم 4310 ص 2/ 1441

انہیں کی ایک حالت کو فرمایا گیا کہ انہیں کیا ہو گیا کہ وہ وحشی گدھے ہیں جو شیر سے بھاگ رہے ہیں ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب جنگل گدھا شیر کو دیکھ لیتا ہے تو بہت تیز بھاگتا ہے اسی طرح مشرکین حضور ﷺ کو دیکھ کر بھاگتے ہیں۔[1]

مشرکین نے حضور ﷺ سے یہ کہا تھا کہ ہم اس وقت ایمان نہیں لائیں گے حتی کہ ہر شخص کے پاس آسمان سے کتاب نہ آجائے جس میں لکھا ہو یہ رب العالمین کی طرف سے فلاں کے نام ہے اور اس میں تحریر ہو کہ ہم تمہیں محمد (ﷺ) کی اتباع کا حکم دیتے ہیں۔ایک قول یہ بھی ہے انہوں نے کہا اگر حضور سچے ہیں تو ہم میں سے ہر شخص کو صحیفہ لا کر دیں۔اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی کہ وہ چاہتے ہیں ان کے پاس آسمانی صحیفہ ہو، ایسا ہر گز نہیں یہ نصیحت ہے جو چاہے قبول کرے۔ قبول کرنے کا یہ کام صرف وہی کریں گے جو خدا سے ڈرتے ہیں اللہ ہی مستحق ہے کہ اس سے ڈرا جائے معاف کرنا اسی کی شان ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

سورة القیامہ

اس سورۃ پاک میں قیامت کے واقع ہونے پر دلائل دیئے گئے ہیں اور اعتراض کرنے والوں کے شبہات کے جواب دئے گئے ہیں ، اس سورۃ پاک مرنے کے بعد جی اُٹھنے کا ذکر فرمایا گیا ہے اس سورت کے ابتداء میں قیامت کی قسم اٹھائی گئی ہے ، ساتھ ہی نفس لوّامہ کی قسم اُٹھائی گئی ہے جس سے مشرکین کا رد ہوتا ہے ، قیامت کے نشانات کا ذکر ہے جب چاند بے نور ہو جائے گا سورج بے نور ہو جائے گا۔ حضور ﷺ کو فرمایا گیا ہے اللہ اس بات کا کفیل ہے کہ آپ کے دل میں وحی کو کیسے محفوظ رکھا جائے گا وحی کے معانی بیان فرمانے کے ہیں ، اس کی وضاحت فرمائی گئی ہے کہ ایمانداروں کے چہرے منور رہتے ہیں اور کفار کے چہرے سیاہ ہوتے ہیں یہ معنی بھی بتایا گیا ہے کہ روح کیسے نکلی؟ قیامت کے قائم ہونے پر دلائل فرمائے گئے ہیں کہ دوسری بار پیدا کرنا پہلی بار پیدا کرنے سے زیادہ مشکل تو نہیں۔ یہ سورۃ مکی ہے اس میں چالیس آیات اور دو رکوع ہیں۔[2]

---

1 عبدالرحمن بن علی (المتوفی 597ھ)، تفسیر زاد المسیر، ص4/366

2 نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر سمرقندی، ص3/520

احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص10/81

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝١ وَلَآ اُقْسِمُ
بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝٢ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ
نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝٣ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ
بَنَانَهٗ ۝٤ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ
۝٥ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝٦ فَاِذَا بَرِقَ
الْبَصَرُ ۝٧ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝٨ وَجُمِعَ الشَّمْسُ
وَالْقَمَرُ ۝٩ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ
۝١٠ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝١١ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ الْمُسْتَقَرُّ
۝١٢ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۝١٣

میں قیامت کے دن کی قسم اٹھاتا ہوں (۱) اور ملامت کرنے والے نفس کی قسم اٹھاتا ہوں (۲) کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہیں فرمائیں گے (۳) کیوں نہیں؟ ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کا ہر جوڑ اپنی جگہ پر درست کر دیں (۴) بلکہ انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے آگے بھی برے کام کرتا ہے (۵) وہ پوچھتا ہے قیامت کا دن کب ہو گا (۶) جب نظر چکا چوند ہو جائے گی (۷) اور چاند بے نور ہو جائے گا (۸) سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں گے (۹) انسان کہے گا آج فرار کی جگہ کہاں ہے (۱۰) ہر گز نہیں اس دن کہیں پناہ نہیں ہو گی (۱۱) اُس دن آپ کے رب کی طرف ہی ٹھہرنے کی جگہ ہو گی (۱۲) اس دن انسان کو اس کے تمام اگلے پچھلے کاموں کی خبر دی جائے گی (۱۳)

اقسام نفس

آیہ مبارکہ میں قیامت کے دن کی قسم کھائی گئی ہے اور فرمایا ملامت کرنے والے نفس کی قسم کھاتا ہوں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قیامت کو ہر نفس اپنے کو ملامت کرے گا نیک اس وجہ سے کہ کاش وہ

نیکیاں زیادہ کر لیتا تو جنت کے درجات زیادہ حاصل کر لیتا، برا نفس اپنے کو ملامت اس لئے کرے گا کاش وہ برے کام نہ کرتا تو آج بچ جاتا۔[1]

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مومن ہر حال میں اپنے کو ملامت کرتا رہتا ہے اور جاہل برے کاموں میں مصروف رہتا ہے اور انہیں برے کاموں پر خوش رہتا ہے یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ نفس لوّامہ سے مراد بد فطرت نفس ہیں جو قیامت کے منظر کو دیکھ کر اپنے آپ کو ملامت کریں گے کہ وہ گناہوں میں مبتلا کیوں رہے۔[2]

قیامت کے دن اکثر جب لوگ اپنے نامہ اعمال کو دیکھیں گے اور نیک اعمال کم دکھائی دیں گے تو وہ اپنے پر افسوس کریں گے کہ ہمیں عبادت کیلئے پیدا کیا گیا تھا اور ہم نے اپنی زندگی لہو و لعب میں گزار دی، نفس کی تین قسموں کا ذکر ملتا ہے ایک نفس ہوتا ہے جو سرکش ہے گناہوں کی طرف مائل کرتا ہے اس کا نام نفس امّارہ ہے ، نفس کی دوسری قسم نفس نفس لوّامہ ہے جو گناہوں پر شرمندگی دلاتا ہے کہ گناہ سرزد کیوں ہو گیا تیسری قسم کا نام نفس مطمئنہ ہے جو دل کے اندر سے مکمل طور پر منور ہوتا ہے، بری عادات سے پاک ہوتا ہے۔

اگلی آیہ پاک میں انسان کے ایک نظریہ کا ذکر فرمایا گیا کہ انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو اکٹھا کریں گے۔ کفار کا نظریہ تھا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ مرنے کے بعد جب اعضاء بکھر جائیں گے بوسیدہ ہو جائیں گے، ہوا میں اُڑ جائیں گے مختلف سمتوں میں بکھر جائیں گے پھر کیسے جمع ہوں گے، اس غلط نظریہ کے جواب میں فرمایا کہ ہم انگلیوں کے جوڑ درست کریں گے ہم اس پر قادر ہیں جب پہلی بار بنا چکے ہیں تو اب دوسری مرتبہ کیوں نہیں بنا سکیں گے ہم قادر ہیں انسان کی یہ کمزوری ہے کہ وہ چاہتا ہے اپنے آگے بھی برے کام کرتا رہے وہ اپنے بر کاموں کو چھوڑنا نہیں چاہتا آخر دم تک گناہوں میں رہے، قیامت کو پیش آنے والے معاملات کو جھٹلاتا رہے اور پوچھتا ہے وہ دن کب آئے گا اس کا جواب فرمایا گیا قیامت کا دن آنے کی نشانی یہ ہے کہ چاند بے نور ہو جائے گا، سورج بے نور ہو جائے گا، سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں گے یہ تین نشانیاں ہیں۔ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ انسان کو یہ حالت کب پیش ہو گی بعض نے کہا موت کے وقت، یہ بھی کہا گیا ہے جب انسان دوبارہ زندہ کیا جائے گا، چاند کے بے نور ہونے کا سبب یہ بتایا ہے کہ قیامت واقع ہونے سے پہلے چاند سورج حرکت کرتے رہیں

---

1 نصر بن محمد (المتوفی373ھ)، تفسیر سمرقندی، ص3/520

2 محمد بن حموش(437ھ)، تفسیر الهدایة الی بلوغ النهایة، ص12/7859

گے جب قیامت ہو گی تو سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ چاند سورج جمع ہونے کا ایک معنی یہ کیا گیا ہے دونوں بے نور ہونے میں جمع ہو جائیں گے۔ اس صورت میں انسان کہے گا آج بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟ اس دن انسان کو اس کے تمام اگلے پچھلے کاموں کی خبر دی جائے گی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ﴿١٤﴾ وَّلَوْ اَلْقٰى
مَعَاذِيْرَهٗ ﴿١٥﴾ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ
﴿١٦﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿١٧﴾ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ
فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿١٨﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴿١٩﴾ كَلَّا بَلْ
تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿٢٠﴾ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ
﴿٢١﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ
﴿٢٣﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ﴿٢٤﴾ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ
بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿٢٥﴾ كَلَّا اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿٢٦﴾ وَقِيْلَ
مَنْ ٜ رَاقٍ ﴿٢٧﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿٢٨﴾ وَالْتَفَّتِ
السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿٢٩﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۨالْمَسَاقُ
﴿٣٠﴾

بلکہ انسان کو خود اپنے اوپر بصیرت ہو گی (۱۴) خواہ وہ اپنے تمام عذر پیش کرتا ہو (۱۵) آپ (قرآن کو یاد کرنے کیلئے) تیزی سے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں (۱۶) بے شک اس کو (آپ کے سینہ میں) جمع کرنا اور (آپ کو) اس کا پڑھانا ہمارے ذمہ ہے (۱۷) سو جب ہم اس کو پڑھ چکیں تو آپ اُس پڑھے ہوئے کی اتباع کریں (۱۸) پھر اس کا معنی بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے (۱۹) ہر گز نہیں بلکہ تم جلد ملنے والی چیز سے محبت رکھتے ہو (۲۰) اور تم آخرت کو چھوڑ دیتے ہو (۲۱) اس دن بہت چہرے تروتازہ ہوں گے (۲۲) اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے (۲۳) اور بہت چہرے مرجھائے ہوئے ہوں گے (۲۴) وہ یہ گمان کریں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گا (۲۵) یقیناً جب ان کی روح ہنسلی کی ہڈیوں تک پہنچ جائے گی (۲۶) اور کہا جائے گا کوئی دم کرنے والا ہے (۲۷) اور وہ گمان کرے گا کہ یہ جدائی کی مساعت ہے (۲۸) اور پنڈلی پنڈلی سے لپٹ جائے گی (۲۹) اس دن آپ کے رب کی طرف لے جایا جائے گا (۳۰)

بیان کا ملکہ

اس سے پہلی آیہ پاک میں فرمایا گیا قیامت کے دن انسان کو اس کے تمام اگلے پچھلے کاموں کی خبر دی جائے گی۔ اس آیہ پاک میں فرمایا گیا انسان کو یہ ضرورت نہیں ہو گی کہ کوئی اور اس کو خبر دے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا نفس خود مشاہدہ کر رہا ہو گا، اس کو خود اپنے پر بصیرت ہو گی، عقل سلیم سے جانتا ہے کہ اعمال صالحہ اس کی ترقی کا سبب تھے اور برے اعمال اس کی سزا کا سبب بنے۔ یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ انسان کے اعضاء اس پر گواہ ہوں گے۔ کفار جب اپنے بد اعمال کا انکار کریں گے تو ان کے اعضاء ان کے خلاف گواہی دیں گے خواہ وہ اپنے تمام عذر پیش کرتا ہو۔

اگلی آیہ پاک میں "لا تحرك به لسانك" ہیں دوران وحی قرآن مجید کو یاد کرنے کیلئے جلدی جلدی قرآن مجید کو دہرانے کی ممانعت کی گئی ہے۔ اس آیہ پاک کے اترنے کا سبب یہ بنا، نزول وحی کے وقت حضور ﷺ اپنی زبان کو حرکت دیتے، جبریل علیہ السلام کے ساتھ آیت کو دہراتے کہ آیہ پاک حفظ کر لیں تو یہ آیہ پاک نازل ہوئی کہ آپ کے سینہ میں جمع کرنا اور آپ کو اس کا پڑھانا ہمارے ذمہ ہے، یعنی جب ہم قرآن کی آیہ نازل کریں تو آپ غور سے سنیں اس کے بعد جب جبریل حاضر ہوتے تو آپ خاموش بیٹھے رہتے، جب جبریل چلے جاتے تو آپ اُن آیات کو پڑھ لیتے تھے۔[1]

کفار مکہ سے فرمایا تم جلد ملنے والی چیزوں سے محبت کرتے ہو۔ معنی یہ ہے کہ تم دنیا اور اس کی زیب و زینت سے محبت کرتے ہو، اس میں انہیں تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اپنی روش سے باز آئیں، رسول اللہ ﷺ انہیں دوزخ کے عذاب سے ڈراتے تھے کہ برائیوں سے بچو، قیامت کو جنت کے حقدار ہو جاؤ گے مگر وہ دنیا کے عارضی مفاد کو سامنے رکھتے آخرت کی نعمتوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ قیامت کے دن ایمانداروں کی حالت کو بیان فرمایا گیا کہ اس دن بہت چہرے تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

اس کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے ان کیلئے جو ثواب رکھا ہے وہ اس کا انتظار کر رہے ہوں گے۔

قیامت کے دن ایمانداروں کا اللہ تعالیٰ کے دیدار کرنے کے بارہ میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ایک روایت اس طرح ملتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کے نزدیک مکرم شخص وہ ہو گا جو اللہ تعالیٰ کے چہرہ کی

---

1 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 23/497
مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 4/512

طرف صبح وشام دیکھے گا۔[1]

ایک اور حدیث شریف میں یہ عنوان اس طرح ملتا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جیسے چاند کو دیکھ رہے ہو، تمہیں رب کے دیکھنے میں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔[2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت اس طرح ملتی ہے، رب قدوس تجلی فرمائے گا اور سب اس کی طرف دیکھ کر سجدے میں گر جائیں گے، کفار کی حالت یہ ہو گی کہ ان کے چہرے مرجھائے ہوں گے اور یہ گمان کریں گے ان کے ساتھ کمر توڑنے والا معاملہ کیا جائے گا۔ ان کی حالت اس طرح بیان کی گئی جب روح ہڈیوں تک پہنچ جائے گی اور کہا جائے گا کوئی دم کرنے والا ہے، پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی اس دن رب کی طرف لے جایا جائے گا۔[3]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿٣١﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿٣٢﴾ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿٣٣﴾ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿٣٤﴾ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿٣٥﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿٣٦﴾ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿٣٧﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿٣٨﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿٣٩﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴿٤٠﴾

تو نہ اس نے تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی (۳۱) لیکن اس نے جھٹلایا اور روگردانی کی (۳۲) پھر وہ اپنے گھر والوں کی طرف اُترتا ہوا گیا (۳۳) تیرے لئے خرابی ہو پھر تیرے لئے خرابی ہو (۳۴) پھر تیرے لئے (دوزخ میں) خرابی ہو (۳۵) کیا انسان نے گمان کر رکھا ہے اُسے یونہی چھوڑا جائے گا (۳۶) کیا وہ حقیر پانی کا قطرہ نہ تھا جس کو ٹپکایا جاتا ہے (۳۷) پھر وہ خون کا لوتھڑا ہوا پھر (اللہ نے) اس کو پیدا فرمایا پھر اس کو درست بنایا (۳۸) پھر اس سے دو جوڑے بنائے مرد اور عورت (۳۹) کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ وہ مُردوں کو زندہ کرے (۴۰)

انسان کی اوقات

1 محمد بن عیسیٰ ترمذی (المتوفی 279ھ)، الجامع ترمذی، باب ومن سورۃ القیامۃ الرقم 3330 ص 5/ 431

2 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب قوله: وسبح بحمد ربك الرقم 4851 ص 6/ 139

مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب فضل صلاۃ الصبح والعصر الرقم 633 ص 1/ 439

3 علی بن عمر (المتوفی 385ھ)، سنن دار قطنی، باب کتاب الرویۃ الرقم 62

یہ آیات مبارکہ ابو جہل کے بارہ میں نازل ہوئیں کہ ابو جہل نے نہ تو حضور ﷺ کی رسالت کی تصدیق کی اور نہ ہی نماز پڑھی۔ ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ اس نے اللہ کے پاس اجر کا ذخیرہ کرنے کیلئے نہ صدقہ دیا نہ نمازیں پڑھیں، یہ معنی بھی کیا گیا ہے نہ وہ دل سے ایمان لایا نہ اس نے بدن سے نماز پڑھی۔ [1]

"اولیٰ لك فاولیٰ" کے ارشاد میں اس کیلئے وعید ہے کہ مرتے وقت بھی خرابی ہو، قبر میں خرابی ہو حشر میں خرابی ہو پھر دوزخ میں خرابی ہو۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن ابو جہل اکڑ کر جا رہا تھا حضور ﷺ نے اسکا ہاتھ پکڑ کر فرمایا "اولیٰ لك فاولیٰ" تو ابو جہل نے کہا آپ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، میں سب سے زیادہ معزز ہوں پھر جنگ بدر کے دن اس نے مسلمانوں سے کہا آج کے بعد کبھی اللہ کی عبادت نہیں کی جائے گی۔ پھر اللہ نے اُسے برباد کر دیا اور وہ ذلت سے قتل ہو گیا۔

"اولیٰ لك فاولیٰ" کا معنی یہ بھی کیا گیا ہے تیرے لئے ہلاکت اور عذاب قریب ہے۔

کیا انسان نے گمان کر رکھا ہے کہ اُسے یونہی چھوڑ دیا جائے گا انسان کی حقیقت کو بیان فرمایا گیا کہ وہ تو پانی کا ایک قطرہ تھا پھر خون کا لوتھڑا ہوا پھر اُسے پیدا فرمایا گیا، پھر مرد اور عورت کے جوڑے بنائے گئے کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مُردوں کو زندہ کرے۔ اس آیہ پاک میں انسان کی تحقیر کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ وہ منی سے پیدا کیا گیا ہے جو ناپاک ہے اس کا ذکر فرما کر قیامت کے واقع ہونے پر دلیل دی گئی کہ جو ذات انسان کو مختلف مراحل سے گزارنے پر قادر ہے وہ اس پر بھی قادر ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دے۔ [2]

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

1 مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 4/513

2 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 23/525

سورۃ الدہر

اس سورۃ پاک کے مکی مدنی ہونے میں اختلاف ہے بعض نے کہا مکی ہے بعض نے کہا مدنی ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ بعض آیات مکی ہیں بعض مدنی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ سورت مدنی ہے، زیادہ دلائل اسی پر ہیں کہ یہ سورت مکی ہے۔[1]

اس سورۃ پاک میں انسان کی تخلیق کا ذکر فرمایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے اُسے دیکھنے سننے کی طاقت سے نوازا گیا ہے اور شکر گزاروں کیلئے جنت اور ناشکروں کے لئے دوزخ کا ذکر کیا گیا ہے۔ دنیا میں جلد ملنے والی چیزوں کی محبت اور آخرت کی نعمتوں کو چھوڑنے کی مذمت بیان فرمائی گئی ہے اس سورت میں بتایا گیا ہے، قرآن حکیم تمام انسانوں کیلئے نصیحت ہے۔ حضور ﷺ کو تبلیغ میں آنے والی تکالیف پر اس سورۃ پاک میں مسکینوں، یتیموں اور

---

1 عبدالحق بن غالب (المتوفی 542ھ)، تفسیر المحرر الوجیز (ابن عطیہ) ص 5/ 408
حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ)، تفسیر بغوی، ص 5/ 188

قیدیوں کو اللہ کی رضا کیلئے کھانا کھلانے کا ذکر فرمایا گیا ہے صبر کا حکم دیا گیا ہے یہ سورۃ پاک مکی ہے اس میں اکیس آیات ہیں اور دو رکوع ہیں۔[1]

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ① اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ② اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ③ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَاۡ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ④ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۚ⑤ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ⑥

یقیناً انسان پر ایک ایسا وقت آچکا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا (۱) بے شک ہم نے انسان کو ملے جُلے نطفہ سے پیدا کیا ہے ہم اس کو آزماتے ہیں سو ہم نے اُسے سننے والا دیکھنے والا بنا دیا (۲) ہم نے اس کو سیدھا راستہ دکھا دیا اب وہ چاہے شکر کرنے والا ہو یا ناشکرا (۳) بے شک ہم نے کافروں کیلئے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے (۴) بے شک نیک لوگ ایسے شراب کے جام پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہے (۵) اسی (چشمے) سے اللہ کے بندے پئیں گے وہ اس چشمے کو جہاں چاہیں گے بہا کر لے جائیں گے (۶)

مراحل پیدائش

اس آیہ مبارکہ میں انسان کو اس کا ایک ایسا دور یاد دلایا جا رہا ہے جس دور میں اس کی کوئی حیثیت نہ تھی اور اُس کا وہ دور قابل ذکر نہ تھا۔ نطفہ کی صورت میں یا ماں کے پیٹ میں رہنے کی صورت میں یہ قابل ذکر نہ تھا ہم

1 نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر سمرقندی، ص 3/525
احمد بن محمد (المتوفی 427ھ)، تفسیر ثعلبی، ص 10/93

نے اُسے مرد عورت کے ملے جلے پانی سے پیدا کیا اور اُسے سمیع و بصیر بنایا۔انسان کو وہ اپنی حالت یاد رکھنی چاہئے ،اب اپنی زندگی میں مال و دولت حاصل کر لیا تو وہ اپنا وقت بھول گیا،اسے دنیا کے لہو و لعب اور مال و دولت میں مصروف ہو کر اپنے رب کو فراموش نہیں کرنا چاہئے اُسے چاہئے کہ ہر لمحہ اپنی اصلیت پر نگاہ رکھے تا کہ اس کے اندر عجز وانکساری کا جذبہ موجود رہے اور یہی عجز وانکساری بندے کو خدا تک ملا دیتی ہے

اُسے سمیع بنایا تا کہ وہ حق کو سنے اور بصیر بنایا تا کہ وہ حق کو دیکھے۔ہم نے اپنے فضل و کرم سے اُسے یہ خوبیاں عطا فرمائیں اب اس کی مرضی ہے وہ ان سے کام لیتا ہے یا ہمارے ان انعامات کو بھول کر خدا اور رسول کا باغی بن جاتا ہے ، ہم نے اُسے راستہ دکھا دیا ہے اب وہ شکر کرے یا احسان فراموش بن جائے ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو خیر اور شر ، نجات اور ہلاک کے دونوں راستے دکھا دئے ، اُسے عقل دی کہ ہم تک پہنچ سکے ،مزید تنبیہ کیلئے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا، کتابیں نازل کیں اب اس کا اختیار ہے شکر گزار بن جائے یا ناشکرا۔انسان اپنے آغاز میں چیزوں کو جاننے پہچاننے میں معرفت سے خالی ہوتا ہے پھر رب قدوس اُسے عقل سے نوازتا ہے جس کی وجہ سے معرفت حاصل کر لیتا ہے کفار کی سزا کا ذکر فرمایا گیا کہ ان کیلئے زنجیریں اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کی ہے اس کے ساتھ ہی ایمانداروں کی عظمت کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ ان کیلئے چشمے ہیں بہاریں ہیں ان سے پئیں گے۔آیہ پاک میں " عباد اللہ " کے ارشاد سے واضح ہو رہا ہے کفار اس انعام سے محروم ہوں گے ، معلوم ہوتا ہے وہ عباد اللہ نہیں عباد اللہ کا لفظ مومنین کے ساتھ خاص ہے اس چشمے پر عباد اللہ کا ایسا نظم ہوگا جہاں چاہیں گے بہا کر لے جائیں گے۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۞ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۞ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۞ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا

وہ نذر پوری کرتے ہیں اور اُس دن سے ڈرتے ہیں جس کا شر پھیلا ہوا ہے (۷) اور اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (۸) (ابرار کہتے ہیں) ہم تم کو صرف اللہ کی رضا کیلئے کھلاتے ہیں ہم تم سے اس کے عوض نہ کوئی صلہ چاہتے ہیں نہ تعریف (۹) بے شک ہم اپنے رب سے

⑩فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ⑪وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ⑫مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ⑬

اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو بے حد ترش اور سخت ہے (۱۰) سو اللہ نے انہیں اس دن کے شر سے بچالیا اور انہیں تروتازگی اور خوشی عطا فرمائی (۱۱) اور ان کے صبر کی جزا میں ان کو جنت اور ریشمی لباس عطا فرمایا (۱۲) وہ جنت میں مسندوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے وہ جنت میں نہ گرمی کی دھوپ پائیں گے اور نہ سردی کی ٹھنڈک (۱۳)

نزر ماننا

پچھلی آیہ مبارکہ میں عباد اللہ پر کرم کا ذکر تھا کہ اس چشمے سے اللہ کے بندے پئیں گے اور اُس چشمے کو جہاں چاہیں گے بہا کر لے جائیں گے۔اس آیہ مبارکہ میں عباد اللہ کی چند صفات کا ذکر فرمایا گیا ہے یاد رہے اگر کوئی شخص ایسے نذر مانتا ہے کہ اگر میرا یہ کام ہو گیا تو میں اتنے نوافل پڑھو گا ایسی جو نذر مانی گئی اس کا پورا کرنا واجب ہے اللہ کی نافرمانی کی نذر قطعی نہ مانی جائے۔گناہ کی نذر ماننے کی ممانعت کے سلسلہ میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت اس طرح ملتی ہے، آپ فرماتی ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ کی اطاعت کی نذر مانی اس پر لازم ہے کہ اللہ کی اطاعت کرے اور جس نے اللہ کی معصیت کی نذر مانی وہ اللہ کی معصیت نہ کرے۔[1]

نیک بندوں کی دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس کا شر پھیلا ہوا ہے، شر تو قیامت کو پھیلے گا مگر جو کام یقینی ہونا ہو اُسے ماضی کے صیغہ سے بیان کر دیا جاتا ہے، قیامت کا دن کا ہولناک اور سخت ہو گا مگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس دن کے دہشت ناک حالات اور خوف سے محفوظ رکھے گا وہ شر قیامت کے دن کفار و مشرکین کیلئے پھیلا ہو گا ایماندار محفوظ ہوں گے۔

نیک بندوں کی ایک اور صفت بیان فرمائی وہ اللہ کی محبت میں مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں خود کو کھانے کی ضرورت ہوتی ہے مگر غرباء فقراء کو اہمیت دیتے ہیں۔

---

1 محمد بن عیسیٰ ترمذی (المتوفی 279ھ)، الجامع ترمذی، باب ما جاء عن رسول اللہ ﷺ الرقم 1524ص 4/103
سلیمان بن اشعث (المتوفی 275ھ)، سنن ابوداؤد، باب من رای علیہ کفارۃ فی معصیۃ الرقم 320ص 3/332

اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا، ایک دن سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ روزہ سے تھے، افطاری کا وقت ہوا تو ایک سائل نے کھانا مانگا، آپ نے فرمایا سائل کو کھانا دے دیا جائے تھوڑی دیر بعد ایک یتیم بچی نے سوال کیا کہ مجھے کھانا دیا جائے، آپ نے فرمایا اُسے کھانا دے دیا جائے، اس کے بعد ایک مسکین نے بھی سوال کیا اُسے کھلا دیا گیا پھر اس کے بعد ایک قیدی نے بھی سوال کیا اسے بھی کھلا دیا گیا تو یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی۔ [1]

بعض مفسرین نے کہا یہ آیہ پاک ابوالدحداح انصاری کے متعلق نازل ہوئی۔ [2]

بعض محققین نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ آیہ پاک تمام ابرار اور نیک کام کرنے والوں کیلئے عام ہے، اس آیہ کی خوشخبری میں تمام مومنین داخل ہیں کہ آیہ کریمہ میں جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ جمع کے صیغوں کے ساتھ ہیں اور عام ہیں اور اس عموم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دخول کا انکار نہیں۔

"علی حبه" کے دو معنی کئے گئے ہیں ایک تو یہ کہ وہ بندہ اللہ کی محبت کی وجہ سے فقراء کو کھلاتا ہے ایک معنی یہ کیا گیا ہے کہ یہ بندہ اپنے نفس کی خواہش کے باوجود فقیر کو کھانا کھلاتا ہے۔

ابرار نے کہا ہم تمہیں صرف اللہ کی رضا کیلئے کھلاتے ہیں، جس کے پاس مال بالکل نہ ہو وہ مسکین ہے جس بچے کا باپ اس کی نابالغی کی حالت میں فوت ہو گیا وہ یتیم ہے "اسیر" سے مراد غلام بھی ہو سکتا ہے، اسیر سے مراد مقروض بھی ہو سکتا ہے۔

ابرار کی ایک اور صفت بیان کی گئی کہ وہ اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو بے حد سخت ہے سرکش ہے ابرار کی ایک کیفیت بیان کی گئی ہے کہ ان کے صبر کی جزا میں انہیں جنت، اور ریشمی لباس عطا ہوں گے وہ جنت میں مسندوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے، گرمی سردی دھوپ کی تکلیف سے محفوظ ہوں گے۔ [3]

وَصلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلىٰ حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ

اور درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوں گے اور پھلوں کے خوشے ان کے قریب کر دیئے جائیں گے (۱۴)

1 عبداللہ بن عمر المتوفی 685ھ، تفسیر بیضاوی، ص5/270

2 عبداللہ بن عمر المتوفی 685ھ، تفسیر بیضاوی، ص5/270

3 محمد بن احمد المتوفی 671ھ، تفسیر قرطبی، ص19/130

وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا ۟ۙ﴿۱۵﴾ قَوَارِيْرَا۟ مِنْ
فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا
كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ﴿۱۷﴾ عَيْنًا فِيْهَا
تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿۱۸﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ
وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ
لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿۱۹﴾

اور ان کیلئے چاندی کے برتن اور ایسے گلاس گردش میں لائے جائیں گے جو شیشے کی طرح شفاف ہوں گے (۱۵) یہ شیشہ کی مثل برتن چاندی کے ہوں گے ان کو ٹھیک ٹھیک اندازے پر رکھیں گے (۱۶) اور وہاں ان کو ایسے جام بھی پلائے جائیں گے جن میں سونٹھ کے چشمہ کی آمیزش ہو گی (۱۷) اس چشمہ کو جنت "میں سلسبیل" کیا جاتا ہے (۱۸) اور ہمیشہ رہنے والے لڑکے ان کے پاس گردش کریں گے تم انہیں دیکھ کر یہ گمان کرو گے کہ وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں (۱۹)

احوال جنت

نیک لوگوں کی جنت میں کیفیت بیان فرمائی گئی ہے کہ درختوں کے سائے قریب ہوں گے، میووں کے گچھے لٹک رہے ہوں گے اور گردش میں ہوں گے ان کے سامنے چاندی کے برتن اور شیشہ کے چمکدار گلاس اور شیشے بھی وہ چاندی کی قسم کے ہوں گے۔ پلانے والے خدام نے انہیں پورے اندازے سے بھرا ہو گا یعنی پانی کے پلانے والے خدام اس طریقہ سے جام بھر بھر کر پلائیں گے جنتی پینے والا چاہے گا اور جنتی اس کی خواہش ہو گی یعنی ایسی صورت نہ ہو گی کہ پینا تو کسی نے ایک گھونٹ ہے اور اُسے گلاس بھر کر دے دیا جائے اور نہ ہی یہ صورت ہو گی کہ پینا تو کسی نے گلاس بھر کر ہے اور اُسے چند گھونٹ دیا جائے وہ پلانے والے خدام ان جنتیوں کی خواہشات کا پورا پورا احترام کریں گے، وہاں پر جو جام پلائے جائیں گے اس شراب میں زنجبیل کی ملاوٹ ہو گی، یہ زنجبیل جنت میں ایک چشمہ ہے جس کو "سلسبیل" کہا جاتا ہے "زنجبیل" کی ملاوٹ میں فلسفہ یہ ہے کہ عرب کھانے کے

بعد ہاضمے کیلئے "زنجبیل" کا پانی پیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جنت میں کھانے کے بعد زنجبیل کا پانی پینے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ جنت کے پانی میں زنجبیل از خود ملا ہو گا۔[1]

اہل جنت کی ایک اور کیفیت بیان کی گئی کہ ہمیشہ رہنے والے جنتی لڑکے ان کے پاس گردش کریں گے جنہیں دیکھ کر گمان کرو گے کہ یہ بکھرے موتی ہیں، بچوں کے چہروں میں معصومیت پر کشش ہوتی ہے، وہی چہرہ جوان ہونے پر بچپن والی کشش کھو جاتا ہے مگر جنت کے خدام بچے جو خدمت پر مامور ہوں گے ان کے چہرے ہمیشہ ہمیشہ اُسی بھولپن اور معصومیت کا مظہر بنے رہیں گے ان دائمی بچوں کی۔

ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ انہیں موت نہیں آئے گی ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ وہ بچے زیورات سے آراستہ ہوں گے اور وہ بچے تمہیں محسوس ہوں گے کہ وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ﴿٢٠﴾ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۡ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿٢١﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿٢٢﴾ صدق الله العظيم

اور تم وہاں جہاں بھی دیکھو گے تو سراسر نعمتیں اور عظیم سلطنت دیکھو گے (۲۰) جنتیوں پر باریک ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے اور دبیز ریشم کے بھی اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب انہیں پاکیزہ شراب پلائے گا (۲۱) (کہا جائے گا) یہ ہے تمہاری جزا اور تمہاری کوششیں کامیاب ہوئیں (۲۲)

اعمال کی جزا

اس آیہ مبارکہ میں جنتیوں کی سلطنت کا ذکر فرمایا گیا کہ سلطنت حدِ نگاہ تک ہو گی۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جنت کی نعمتوں کو تفصیل سے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ جنت میں ادنیٰ درجہ کا جنتی بھی

1 مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر، مقاتل بن سلیمان، ص 4/528

دیکھے گا کہ اس کا ملک ایک ہزار سال کے سفر کو گھیرے ہے اور وہ دور والے کو اسی طرح دیکھے گا جیسے قریب والے کو دیکھ رہا ہے، جس شے کا جنتی ارادہ کرے گا وہ اُسے فوری طور پر مل جائے گی۔[1]

اس کی تفسیر اس طرح بھی کی گئی ہے جنت کا خادم اس جنتی کے پاس عمدہ پوشاک لذیذ کھانے لے کر آئے گا اور اس کی اجازت سے اس کے گھر داخل ہوگا یہ اس کی سلطنت کا ایک انداز ہوگا جنتیوں کو سونے اور چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے جنہیں سونا پسند ہوگا وہ پہن لیں گے جنہیں چاندی پسند ہوگی وہ پہن لیں گے۔ جنت کی شراب بہت پاکیزہ ہوگی، دنیا کی شراب کی طرح نہیں ہوگی۔ اس کے بنانے میں ناپاک ہاتھ استعمال نہیں ہوگا جسم کے پسینے سے بدبو نہیں ہوگی۔

مقاتل کہتے ہیں جنت کے دروازے پر ایک چشمہ ہے جو ایک درخت کے تنے سے نکلتا ہے جو اس سے پیتا ہے اس کا دل کینہ اور حسد سے پاک ہو جاتا ہے۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے اور نعمتوں کا مشاہدہ کریں گے تو اُن سے کہا جائے گا یہ تمام نعمتیں تمہارے لئے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس وقت کیلئے تمہارے واسطے تیار کیا تھا باوجود اس کے کہ تمہارے اعمال کم تھے لیکن اللہ نے ان نعمتوں کو تمہارے اعمال کی جزا میں تیار فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے شکر کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ بندوں کے نیک اعمال کو قبول فرماتا ہے اچھی جزا دیتا ہے۔[3]

ایک معنی یہ بھی ہے کہ بندوں کے نیک کاموں کی تعریف کی جائے گی، بندے کے اللہ سے قرب کا آخری درجہ یہ ہے کہ وہ اللہ سے راضی ہو اور اللہ بھی اس سے راضی ہوگا۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِیْلًا ﴿۲۳﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ﴿۲۵﴾

(اے محبوب) ہم نے آپ پر تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن نازل کیا (۲۳) اور اپنے رب کے حکم کا انتظار کیجئے اور اُن میں سے کسی بدکار احسان فراموش کی اطاعت نہ کیجئے (۲۴) اور اپنے رب کے نام کو صبح شام یاد کرتے

1 محمد بن عمر (المتوفی 606ھ)، تفسیر کبیر، ص 3/553
2 حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ)، تفسیر بغوی، ص 8/298
محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی، ص 19/147
3 محمد بن عمر (المتوفی 606ھ)، تفسیر کبیر، ص 30/756

وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿۲۷﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴿۲۸﴾

رہا کرو (۲۵) اور رات کی تنہائیوں میں اس کو سجدے کیا کرو اور رات کا کافی حصہ تسبیح کیا کرو (۲۶) بے شک یہ لوگ دنیا سے محبت کرتے ہیں اور بڑے سخت دن کو پس پشت ڈال رکھا ہے (۲۷) ہم نے ہی ان کو پیدا کیا ہے اور ان کے بند مضبوط کئے ہیں اور جب ہم چاہیں گے تو ان کی شکلوں کو بدل دیں گے (۲۸)

تسبیح صبح شام کین جائے گی

کفار آپ پر تہمت لگاتے تھے کہ آپ جو کلام پیش کر رہے ہیں یہ جادو ہے کہانت ہے ان کی تردید میں یہ آیہ پاک نازل فرمائی گئی کہ یہ کلام خدا کی طرف سے نازل شدہ ہے جادو نہیں۔

محبوب کو ان کی زیادتیوں پر صبر کا حکم دیا جا رہا ہے کفار و مشرکین آپ کو ڈرا دھمکا کر تبلیغ اسلام سے روکنا چاہتے تھے، آپ کو حکم دیا گیا آپ ان کی اطاعت نہ کریں اس "آثما" سے مراد ولید بن مغیرہ ہے اور "کفورا" (ناشکرا) سے مراد عتبہ بن ربیعہ ہے۔[1]

کفار نے اپنے ایک اجتماع میں حضور ﷺ سے کہا آپ نے اپنے باپ دادا کا دین کیوں چھوڑا؟ ولید نے کہا آپ تبلیغ بند کر دیں تو میں اپنا آدھا مال آپ کو دے دیتا ہوں۔ ابوالبختری ابن ہشام نے کہا اگر یہ اپنا دین چھوڑ دیں تو میں اپنی بیٹی سے شادی کر دوں گا، حضور ﷺ یہ باتیں سن کر خاموش رہے، ابن مسعود ثقفی نے کہا آپ جواب کیوں نہیں دیتے؟ اگر تمہیں رب کا ڈر ہے تو میں تمہیں اپنی پناہ میں رکھوں گا۔ اب حضور ﷺ وہاں سے چلے گئے تو یہ آیہ پاک نازل ہوئی آپ کسی کی اطاعت نہ کریں وہ گناہگار ہو یا ناشکرا یعنی وہ ولید ہو یا عتبہ۔[2]

حضور ﷺ سے فرمایا گیا ہے آپ تبلیغ کا کام جاری رکھیں، امتحان و آزمائش میں صبر کیجئے۔ حضور ﷺ کے ذریعہ سے حضور کی اُمت کو درس دیا جا رہا ہے کہ کفار و مشرکین کی اطاعت نہ کریں۔ حضور ﷺ سے فرمایا گیا محبوب! آپ اپنے رب کی تسبیح صبح اور پچھلے پہر کرتے رہا کریں، اللہ کے ذکر کرنے سے مراد پانچ نمازیں ہیں

1 مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 4/533

2 عبدالرحمن بن علی (المتوفی 597ھ)، تفسیر زاد المسیر، ص 4/381

یا تسبیح بکرہ سے مراد فجر کی نماز ہے اور اصیلا سے مراد ظہر وعصر کی نمازیں۔[1]

"ومن اللیل" سے مراد تہجد کی نماز ہے۔

یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ اللہ کے نام کا ذکر مراد ہے وہ دن ہو یا رات زبان سے ہو یا دل سے اللہ تعالیٰ کے ذکر کی فضیلت ایک حدیث شریف سے اس طرح ملتی ہے، عبداللہ بن یسر فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کی حضور! آپ مجھے کوئی ایسی چیز بتایئے جسے میں مضبوطی سے تھام لوں آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہمیشہ تر رہے۔

ایک اور حدیث شریف سے یہی عنوان اس طرح ملتا ہے، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ سے پوچھا گیا حضور قیامت کے دن کس کا درجہ سب سے افضل ہو گا فرمایا اللہ کا زیادہ ذکر کرنے والے کا عرض کی گئی اس کا درجہ مجاہد سے بھی زیادہ ہو گا۔ فرمایا اگر جہاد کرتے کرتے اس کی تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خون سے رنگین ہو جائے پھر بھی اللہ کا ذکر کرنے والے کا درجہ بلند ہے۔ اس کے بعد کفار کی مذمت فرمائی گئی وہ جلد ملنے والی شے (دنیا) سے محبت کرتے ہیں اور قیامت کے دن کو پس پشت ڈال دیتے ہیں، دنیا کی نعمتوں سے محبت کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو مانیں اور اللہ کی اطاعت کریں اور ان نعمتوں کو باقی رکھنے کیلئے نعمتیں دینے والے سے لگاؤ پیدا کریں۔

وَصلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۲۹﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۳۰﴾ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۱﴾

بے شک یہ (آیات) نصیحت میں جو چاہے اپنے رب کے راستہ کو اختیار کر لے (۲۹) اور اللہ (تعالیٰ) کے چاہنے کے بغیر تم نہیں چاہ سکتے بے شک! اللہ بہت علم والا ہے بے حد حکمت والا ہے (۳۰) وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے اور ظالموں کیلئے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے (۳۱)

صدق اللہ العظیم

نصیحت ایزدی

1 نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر سمرقندی، ج3/ص529

بے شک یہ قرآن ایک نصیحت ہے جس کا جی چاہے اس نصیحت کو قبول کرے اور بارگاہ قدس تک پہنچ جائے جس کا جی چاہے اپنی عمر برباد کرے ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ تمہاری خواہش سے کچھ نہیں ہو سکتا، جب تک کہ میرا چاہنا تمہاری سعادت مندی کا فیصلہ نہ کر دے، اس وقت تک تمہاری کوششیں بے کار ہیں جب تک اللہ کی مدد دستگیری کرتی ہے، حق نظر آتا ہے پھر ہی حق کی بات سنائی دیتی ہے پھر ہی دل کا شوق پروان چڑھتا ہے پھر ہی مشکل راہیں آسان ہوتی ہیں، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کس پر بندے کی کونسی نوازش کرنی ہے کس پریشان دل کو سکون بخشنا ہے اور کن نگاہوں کو جمال جہاں آرا سے نوازنا ہے۔ جسے چاہتا ہے گمراہی کے اندھیروں سے نکال کا ہدایت کے نور سے نواز لیتا ہے اور غفلت کی نیند سے بیدار کر کے اپنی یاد اپنی محبت کی نعمت سے سرفراز فرمادیتا ہے۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

سورۃ المرسلات

یہ سورۃ پاک مکی ہے یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب حضور ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ منیٰ کے ایک غار میں چھپے ہوئے تھے اس سورۃ کی ایک آیہ کے بارہ میں کہا گیا ہے وہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ [1]

اس سورۃ پاک کا ذکر بخاری شریف کی ایک حدیث شریف سے اس طرح ملتا ہے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس وقت یہ سورۃ نازل ہوئی اُس وقت ہم حضور ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ کے منہ سے سن کر ہم یاد کر رہے تھے، اس وقت ایک سانپ نکلا ہم اس کو مارنے کیلئے دوڑے وہ ایک سوراخ میں چلا گیا تب حضور ﷺ نے فرمایا وہ تمہارے شر سے بچ گیا۔

1 نصر بن محمد (المتوفی 373ھ)، تفسیر سمرقندی، ص 3/531

ایک اور حدیث شریف میں اس کا ذکر اس طرح ملتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت ام الفضل نے ان کے منہ سے یہ سورۃ سنی اور کہا بیٹے اللہ کی قسم تمہارے اس سورۃ کو تلاوت کرنے نے مجھے یاد دلایا کہ یہ وہ آخری سورت ہے جس کو حضور ﷺ مغرب کی نماز میں پڑھا کرتے تھے۔[1]

اس سورۃ پاک میں مرنے کے بعد زندہ کرنے پر دلائل قائم ہیں، حشر نشر کے حالات درج ہیں کفار اور مشرکین کے انجام کو بیان فرمایا گیا ہے۔ اس سورۃ پاک میں ہواؤں اور فرشتوں کی قسم اُٹھا کر قیامت کا واقع بیان کیا گیا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے انکار پر کفار کو ڈرایا گیا۔ مجرمین کا ٹھکانا اور کافروں کا عذاب واقع ہونا بیان کیا گیا ہے۔ مومنین کیلئے دائمی جنتوں کا ذکر کیا گیا ہے کفار کی سرکشی کا ذکر ہے کہ وہ ہٹ دھرمی کی وجہ سے اللہ کی عبادت سے روگردانی کررہے ہیں، اس سورۃ پاک میں انسان کی تخلیق پھر اس کی بقا کیلئے اسباب کی ضرورت ہے ان کا تذکرہ کیا گیا ہے، اس سورۃ پاک کی پچاس آیات اور دو رکوع ہیں۔[2]

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ﴿١﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ﴿٢﴾
وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ﴿٣﴾ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ﴿٤﴾
فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ﴿٥﴾ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ﴿٦﴾ اِنَّمَا
تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ﴿٧﴾ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ﴿٨﴾
وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ﴿٩﴾ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ﴿١٠﴾

ان ہواؤں کی قسم جو مسلسل بھیجی جاتی ہیں (۱) پھر ان ہواؤں کی قسم! جو بہت تیز چلتی ہیں (۲) پھر ان ہواؤں کی قسم! جو بادلوں کو پھیلاتی ہیں (۳) پھر ان فرشتوں کی قسم! جو (حق اور باطل کو) جدا کرنے والے ہیں (۴) پھر ان فرشتوں کی قسم جو (دلوں میں) ذکر ڈالنے والے ہیں (۵) دلیل قائم کرنے کی وجہ

1 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب فاذا قرانہ الرقم 4930 ص 6/164
2 مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب القراۃ فی الصبح الرقم 462 ص 1/338

وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ﴿۱۱﴾ لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ ﴿۱۲﴾
لِیَوْمِ الْفَصْلِ ﴿۱۳﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الْفَصْلِ
﴿۱۴﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۱۵﴾ اَلَمْ نُهْلِكِ
الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۷﴾ كَذٰلِكَ
نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۸﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ
﴿۱۹﴾

سے (عذاب سے) ڈرانے کی وجہ سے (۶) بے شک جس قیامت کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور واقع ہونے والی ہے (۷) جب ستارے بے نور کر دیئے جائیں گے (۸) اور آسمان کو چیر دیا جائے گا (۹) اور جب ریزہ ریزہ کر کے اُڑا دیئے جائیں گے (۱۰) اور جب رسولوں کے حاضر ہونے کا وقت آجائے گا (۱۱) کس دن کیلئے مدت مقرر کی گئی تھی (۱۲) فیصلہ کے دن کیلئے (۱۳) اور تو نے کیا جانا کہ فیصلہ کا دن کیا ہے (۱۴) اس دن جھٹلانے والوں کیلئے ہلاکت ہے (۱۵) کیا ہم نے پہلی قوموں کو ہلاک نہیں کیا (۱۶) پھر ہم ان کے بعد والوں کو لاتے رہے (۱۷) ہم مجرموں کے ساتھ اسی طرح کرتے ہیں (۱۸) اُس دن جھٹلانے والوں کیلئے بڑی خرابی ہے (۱۹)

ہوا کی نعمت

ان آیات مبارکہ میں پانچ صفات ہیں، بعض مفسرین نے کہا یہ پانچوں صفات ہواؤں کی ہیں۔[1]
بعض نے کہا یہ صفات قرآنی آیات کی ہیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ پہلی تین صفات سے مراد ہوائیں ہیں اور باقی دو سے مراد فرشتے ہیں اب معنی یہ ہو گا ان ہواؤں کی قسم جو مسلسل بھیجی جاتی ہیں پھر زور سے جھونکے دیتی ہیں ان سے مراد عذاب کی ہوائیں ہیں اور ناشرات سے مراد وہ رحمت کی ہوائیں ہیں جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں۔[2]
اگلی آیات مبارکہ میں قیامت واقع ہونے کی علامات کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ قیامت قائم ہونے پر نظام کائنات درہم برہم کر دیا جائے گا تمام ستارے بے نور ہو جائیں گے آسمان میں شگاف پڑ جائین گے، پہاڑوں کو غبار بنا کر اڑا دیا جائے گا، رسول اپنی اُمتوں پر گواہی دینے کیلئے وقت مقررہ پر اکٹھے ہو جائیں گے، یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ جب انبیاء

1 مقاتل بن سلیمان (المتوفی 150ھ)، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ص 4/543
2 محمد بن احمد (المتوفی 671ھ)، تفسیر قرطبی، ص 19/154

علیہم السلام حصول ثواب کیلئے جمع ہوں گے یا اس لئے اکٹھے ہوں گے کہ رسولوں سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنی اپنی امتوں کو پیغام پہنچایا اور یہ وہ وقت ہو گا جب نبی جنت اور دوزخ، اعمال کے پیش کرنے کا، حساب کا، میزان پر اعمال کے وزن اور قیامت کے تمام امور مشاہدہ کریں گے۔ یہ فیصلہ کا دن ہو گا لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا اور سزا دی جائے گی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس دن اللہ مخلوق کے درمیان فیصلہ فرمائے گا آپ کو فیصلہ کے دن کی شدت اور اس کی ہولناکیوں کو کس نے سنایا ہے، اس دن جھٹلانے والوں کیلئے بربادی ہے جو لوگ الوہیت کی تکذیب کرتے تھے رسولوں کے باغی تھے قیامت کے قائل نہ تھے ان کیلئے ویل ہے ہلاکت ہے۔[1]

ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جس میں کئی قسم کا عذاب ہو گا، حضور ﷺ نے فرمایا میرے سامنے جہنم کو پیش کیا گیا تو میں نے ویل سے بڑی اس میں کوئی وادی نہیں دیکھی۔[2]

ایک روایت یہ بھی ہے کہ ویل دوزخ کی اُس وادی کا نام ہے جس میں دوزخیوں کی قے اور ان کی پیپ کو جمع کیا جائے گا، تمام دوزخیوں کی بدبودار پیپ اور غلاظت کو دوزخ کی اس وادی میں ڈالا جائے گا جس کا نام ویل ہے۔ کفار کو گزشتہ کافروں کی ہلاکت اور عذاب سے ڈرایا جارہا ہے کہ ہم نے پہلے منکروں کو ہلاک کر دیا ان کے بعد جو آئیں گے انہیں بھی پہلوں کے ساتھ ملادیں گے۔[3]

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿٢٠﴾ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿٢١﴾ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٢٢﴾ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٤﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿٢٥﴾ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ﴿٢٦﴾ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿٢٧﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٨﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٩﴾

کیا ہم نے تمہیں حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا (۲۰) پھر ہم نے اُس کو ایک محفوظ جگہ میں (۲۱) ایک معین مدت تک رکھا (۲۲) ہم نے اندازہ کیا کہ ہم کیسا اچھا اندازہ کرنے والے ہیں (۲۳) اس دن کو جھٹلانے والوں کیلئے ہلاکت ہے (۲۴) کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا (۲۵) زندوں اور مُردوں کیلئے (۲۶) اور ہم نے اس میں بلند اور بھاری پہاڑ بنادیئے اور تم کو میٹھا پانی پلایا (۲۹) اس دن کی تکذیب کرنے والوں

1 حسین بن مسعود (المتوفی 510ھ)، تفسیر بغوی، ص 5/196
2 عبدالرحمن بن ابی بکر (المتوفی 911ھ)، تفسیر در منثور، ص 8/383
3 محمد بن جریر (المتوفی 310ھ)، تفسیر طبری، ص 2/164

کیلئے ہلاکت ہے (۲۸) چلو اس (دوزخ) کی طرف
جس کو تم جھٹلاتے تھے (۲۹)

غور بر پیدائش نطفہ

ان آیات مبارکہ میں رب قدوس جل مجدہٗ نے انسان کی تخلیق کا ذکر فرمایا ہے کہ تمہیں حقیر پانی سے پیدا کیا ہے وہ اللہ تمہیں دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے جب وہ تمہیں دوبارہ پیدا کرے گا پھر اُس نے تمہیں جن نعمتوں سے نوازا ان کے مقابلہ میں تمہاری اطاعتوں اور عبادتوں کا حساب لے گا۔ اس پر مزید قدرت کا ذکر فرمایا کہ پھر تمہیں رحم میں رکھا اور ایک معین مدت تک رکھا پھر فرمایا ہم نے اندازہ کیا بچے کی ولادت کا اندازہ وہ اللہ کی بڑی نعمت ہے اور بہت بڑا احسان ہے عام طور پر حمل کی مدت ۹ ماہ ہوتی ہے اس مدت میں بچہ کئی مراحل طے کرتا ہے۔ اگر قرار نطفہ کے ساتھ ہی بچہ وزنی ہو جاتا تو عورت کیلئے کئی مشکلات کا سبب بنتا۔ رحم مادر میں جب نطفہ قرار پکڑتا ہے تو اس کی حفاظت کے کتنے مکمل اور مضبوط انتظامات کئے جاتے ہیں وہ نازک ترین مرحلوں سے بخیر وخوبی گزرتا رہتا ہے، اسے خوراک بھی ملتی رہتی ہے حرکت کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ ان اُمور پر غور کرنے سے خدا کی قدرت پر یقین آجاتا ہے، ماننا پڑتا ہے جو اللہ ایسے مشکل مراحل پر قادر ہے وہ اس کیلئے قیامت کا برپا کرنا بھی مشکل نہیں۔

بچے کی پیدائش میں درجہ بدرجہ اس کی نشوونما کا ہونا بڑی نعمت ہے، اللہ کی ان نعمتوں کا تقاضا تو یہ تھا کہ بندہ اللہ کی توحید کی تصدیق کرتا، اس کے حکموں کا تابع بنتا اس کے بھیجے رسولوں کا فرمانبردار ہوتا۔ رب قدوس جل مجدہٗ نے اپنی ایک اور بری نعمت کا ذکر فرمایا کہ زمین زندہ انسانوں کو اپنے اوپر سمیٹے ہوئے ہے اور مردہ انسانوں کو اپنے اندر۔ مکان زندہ انسانوں کو سمیٹتے ہیں اور قبریں مُردہ انسانوں کو سمیٹتی ہیں۔ مزید فرمایا کہ زمین پر بلند پہاڑ بنائے اور تمہیں ٹھنڈا میٹھا پانی پلایا، کفار کو کہا جائے گا اس دوزخ کی طرف چلو جسے جھٹلاتے تھے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۝۳۰ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ۝۳۱ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ

چلو اس (دھوئیں) کے سائے کی طرف جو تین شاخوں والا ہے (۳۰) وہ نہ (ٹھنڈا) سایہ فراہم کرنے

كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ؕ﴿۳۳﴾ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ
﴿۳۴﴾ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ
فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۷﴾ هٰذَا
يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ فَاِنْ كَانَ
لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿۳۹﴾ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ
﴿۴۰﴾

والا ہے نہ شعلہ سے بچاتا ہے (۳۱) بے شک دوزخ محل کے برابر انگارے چھینکتی ہے (۳۲) گویا وہ زرد اونٹ ہیں (۳۳) اس دن تکذیب کرنے والوں کی ہلاکت ہے (۳۴) یہ وہ دن ہے جس میں وہ (مفید) بات نہ کر سکیں گے (۳۵) اور نہ انہیں عذر پیش کرنے کی اجازت دی جائے گی (۳۶) اس دن تکذیب کرنے والوں کیلئے ہلاکت ہے (۳۷) یہ فیصلے کا دن ہے جس میں ہم نے تم کو اور پہلوں کو جمع کیا ہے (۳۸) تو اگر تم کوئی چال چلنا چاہتے ہو تو میرے خلاف چال چلو (۳۹) اس دن تکذیب کرنے والوں کیلئے ہلاکت ہے (۴۰)

فیصلے کا دن

ان آیات مبارکہ میں کفار کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا جارہا ہے، کفار آخرت کے عذاب کا انکار کرتے تھے، اس لئے آخرت میں دوزخ کے محافظ فرشتے انہیں کہیں گے اس عذاب کی طرف چلو جس کا تم انکار کرتے تھے، کفار سے کہا جائے گا اس دھوئیں کے سائے کی طرف چلو جو تین شاخوں والا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے اوپر بھی آگ ہو گی، ان کے نیچے بھی آگ ہو گی اور آگ ان کو گھیرے ہی ہو گی کفار کی اس سزا کا ذکر قرآن مقدس نے کئی ایک مقامات پر فرمایا ہے۔ سورۃ الزمر اور سورۃ العنکبوت کے اندر اور سورۃ الکہف کے اندر اس عنوان پر ارشادات موجود ہیں۔ دھوئیں کے سائے کی صفات کا ذکر فرمایا گیا، اس دھوئیں کے سائے سے شعلے اور چنگاریاں

نکل ہی ہوں گی، یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ ان سے کہا جائے گا یہ سایا تم کو سورج کی گرمی سے نہیں بچائے گا اور نہ تم سے آگ کے شعلے دور کرے گا وہ انگارے جو ان پر دوزخ پھینکے گی وہ محل کے برابر ہوں گے۔ [1]

دوزخ کے انگاروں کو دو چیزوں سے تشبیہ دی گئی وہ انگارے محل کے برابر ہوں گے اور زرد اونٹوں کی مثل ہوں گے اور جس پر یہ انگارے بلندی سے محل کے برابر یا اونٹ کے برابر گریں گے تو اس کا کیا حال ہو گا؟

فرمایا یہ وہ دن ہو گا جس دن کوئی مفید بات نہ کر سکیں گے، اور نہ ہی انہیں کسی قسم کا عذر کرنے کی اجازت دی جائے گی کفار اپنی بداعمالیوں پر کسی قسم کا عذر پیش نہیں کر سکیں گے اور جن لوگوں کے سامنے وہ اپنے کو باعزت گردانتے تھے ان کے سامنے رُسوا کئے جائیں گے اور جن لوگوں کو وہ دنیا میں حقیر سمجھتا تھا وہ قیامت کے دن اس کے سامنے عزت سے نوازے جائیں گے۔

اور ان کے عذاب کی ایک صورت یہ بھی ہو گی کہ دوزخ کے عذاب کی ہولناکیاں دکھائی جائیں گی اور ان لوگوں کے متعلق کہا جائے گا اس دن کی تکذیب کرنے والوں کیلئے ہلاکت ہے یعنی اگر یہ کفار توحید کا اقرار کر لیتے تو قیامت کے دن دوزخ کے تین شاخوں والے دھوئیں کی طرف نہ جانا پڑتا یہ فیصلے کا دن ہے آج حقوق اللہ کے فیصلے ہیں اور حقوق العباد کے بھی، نیک کاموں کی جزا کا دن ہے اور برے کاموں کی سزا کا دن ہے کفار سے کہا جائے گا اگر یہ تمہارے لئے ممکن ہے کہ میرے حقوق کو بھی اپنی ذات سے مکر اور حیلے سے دور کر سکو تو کرو یہ تعجب کے طور پر فرمایا جائے گا کہ تم ایسا کر نہیں سکتے اس دن کی تکذیب کرنے والوں کیلئے ہلاکت ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدَدِ خَلْقِهٖ

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۱﴾ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۴۲﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ

بے شک متقین (ٹھنڈے) سایوں اور چشموں میں ہوں گے (۴۱) اور لذیذ پھلوں میں سے جن کو وہ چاہیں گے (۴۲) (ان سے کہا جائے گا) خوشی کے ساتھ کھاؤ اور پیو اُن نیک اعمال کی وجہ سے جن کو تم کرتے تھے (۴۳) ہم نیک کام کرنے والوں کو اسی

---

1 محمد بن حموش (437ھ)، تفسیر الهداية الى بلوغ النهاية، ص 12/7966
عبد الله بن احمد (المتوفى 710ھ)، تفسیر نسفی (مدارك التنزيل)، ص 3/587

مُجْرِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۰﴾

صدق اللہ العظیم

طرح جزا دیتے ہیں (۴۴) اس دن کی تکذیب کرنے والوں کیلئے ہلاکت ہے (۴۵) تم کچھ دن کھاؤ اور فائدہ اُٹھاؤ بے شک تم مجرم ہو (۴۶) اس دن تکذیب کرنے والوں کیلئے ہلاکت ہے (۴۷) اور جب ان سے کہا جاتا ہے نماز پڑھو تو وہ نماز نہیں پڑھتے (۴۸) اس دن تکذیب کرنے والوں کیلئے ہلاکت ہے (۴۹) اس (قرآن) کے بعد ہو پھر کس چیز پر ایمان لائیں (۵۰)

ٹھکانہ متقین

پچھلی آیات مبارکہ میں کفار کے عذاب کا ذکر فرمایا گیا کہ وہ جہنم کی سزا پائیں گے، محل اور اونٹ کے برابر ان پر آگ کے انگارے گریں گے۔ ان آیات مبارکہ میں خدا سے ڈرنے والے، گناہوں سے بچنے والوں کیلئے انعامات کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔ قیامت کے دن متقین کیلئے انعامات و اکرامات بھی کفار کیلئے عذاب ہوں گے کہ متقین کے انعامات میں ان کی رسوائی اور ذلت ہو گی۔ متقی وہ ہے جو کفر و شرک سے بچنے کی طرح کبیرہ گناہوں سے بھی بچے۔ جنت کے انعامات کیلئے ضروری ہے کہ انسان اپنے نفس کو خواہشات سے روکے اگر کوئی شخص کبیرہ گناہ کرتے کرتے مر گیا تو وہ اُخروی انعامات کا مستحق نہیں ہو گا۔ اپنے اس کردار کی اسے سزا دی جائے گی، کبیرہ گناہوں کا مرتکب شخص متقین کی صف میں نہیں آسکے گا۔ متقین سے فرمایا جائے گا، مزے سے کھاؤ پیو یہ تمہارے نیک اعمال کی جزا ہے۔ تمہارا جب دل چاہے پھلوں سے کھاؤ چشموں سے پیو تمہیں نہ تنگی ہو گی نہ اکتاہٹ، جو لوگ شرک اور بے حیائی سے بچتے ہیں وہ متقی ہیں۔

اور فرمایا ہم نیک کام والوں کو اس طرح جزا دیتے ہیں متقین کو "محسنین" فرمایا گیا ہے کہ یہ احسان کرنے والے ہیں، احسان کی تعریف کے متعلق حدیث پاک سے عنوان اس طرح ملتا ہے حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی حضور احسان کی کیا تعریف ہے؟ تو فرمایا احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت

اس طرح کرو گویا تم اُسے دیکھ رہے ہو اگر تم اُسے نہ دیکھ سکو تو بے شک وہ تمہیں دیکھ رہا ہے جیسے ان لوگوں نے ہماری عبادت اچھی طرح کی ہم آخرت میں ان کو ایسی جزا دیں گے ان کے اجر کو ضائع نہیں کریں گے [1]

کفار سے کہا جائے گا تم دنیا میں چند روزہ زندگی گزار کر کھانے پینے کا عارضی نفع اُٹھالو بے شک تم مجرم ہو، تمہیں آخرت کو اپنے گناہوں کی سزا بھگتنا پڑے گی فرمایا اس دن کی تکذیب کرنے والوں کی ہلاکت ہو گی، کفار کو عذاب سے ڈرایا گیا ہے گویا ان سے کہا گیا تم دنیا سے محبت کرتے ہو مگر اللہ کی عبادت کرتے رہو اللہ پر ایمان لے آؤ نماز پڑھتے رہو وہ سر کشی پر ڈٹے رہے گناہوں پر اصرار کرتے رہے اور بارگاہ قدس میں جھکنے سے انکار کر دیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں انہیں آخرت میں سجدہ کرنے کا کہا جائے گا تو وہ سجدہ نہیں کر سکیں گے۔ اس دن تکذیب کرنے والوں کیلئے ہلاکت ہے۔ [2]

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو عذاب سے ڈرایا ہے اور انہیں قرآن حکیم کی آیات میں اور کائنات میں بکھری ہوئی نشانیوں پر غور کرنے کی توجہ دلائی ہے پھر تعجب فرمایا گیا ہے کہ قرآن کے بعد اور کوئی ہدایت کی کتاب آئے گی نہیں، حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی آئے گا ہی نہیں تو پھر کفار کس بات کا انتظار کر رہے ہیں پھر کس پر ایمان لائیں گے۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ بِعَدِدِ خَلْقِهٖ

1 محمد بن اسماعیل (المتوفی 256ھ)، الجامع الصحیح للبخاری، باب قولہ: ان اللہ عندہ علم الساعۃ الرقم 4777 ص 6/115
مسلم بن حجاج (المتوفی 261ھ)، الجامع الصحیح للمسلم، باب معرفۃ الایمان الرقم 8 ص 1/36

2 محمد بن حموش (437ھ)، تفسیر الهدایة الی بلوغ النهایة، ص 12/ 79–78